یداللہ علی الجماعۃ. ترمذی
لاجماعۃ الا بامارۃ. دارمی

بانی: مجتہد العصر مفتی دوراں حضرت العلام حافظ محمد عبداللہ محدث روپڑیؒ
بیاد سلطان المناظرین حافظ عبدالقادر روپڑیؒ

ہفت روزہ
تنظیم اہلحدیث
لاہور

مدیر و مسئول
حافظ محمد جاوید روپڑی

نگران اعلیٰ
حافظ عبدالغفار روپڑی

جلد 54 | جمعۃ المبارک | 25 ربیع الاول 1431ھ، 12 تا 18 مارچ 10ء | شمارہ 10 | فون 7656730 فیکس 7659847

نماز میں سستی کرنا منافقین کا کام ہے

اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ يُخَادِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَاِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى. [النساء: ۱۴۲]

''بے شک منافق اللہ تعالیٰ سے چالبازیاں کر رہے ہیں اور وہ انہیں اس چالبازی کا بدلہ دینے والا ہے اور جب وہ نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تلک صلاۃ المنافق یجلس یرقب الصلاۃ حتی اذا کانت بین قرنی الشیطان قام فنقرھا اربعا لایذکر اللہ فیھا الا قلیلا.

''یہ منافق کی نماز ہے، وہ بیٹھا رہتا ہے، نماز کا انتظار کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جب سورج شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان ہوتا ہے تو اٹھتا ہے اور (پرندے کی مانند) چار مرتبہ چونچ مارتا ہے (یعنی جلدی جلدی نماز پڑھ لیتا ہے) اس میں ذکر بہت کم کرتا ہے۔'' [مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب استحباب التبکیر بالعصر]

روزِ قیامت سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان اول ما یحاسب بہ العبد بصلاتہ فان صلحت فقد افلح وانجح وان فسدت فقد خاب وخسر.

''بے شک روزِ قیامت بندے سے سب سے پہلے جس چیز کا حساب لیا جائے گا وہ اس کی نماز ہے، اگر نماز درست ہوئی تو وہ فلاح پا جائے گا اور کامیاب ہو جائے گا اور اگر نماز خراب ہوئی تو وہ ناکام و نامراد ہو جائے گا۔''

[صحیح نسائی کتاب الصلاۃ باب المحاسبۃ علی الصلاۃ، نسائی: ۴۶۶]

www.jaamia.info جامعہ اہل حدیث کا ویب سائٹ ایڈریس

توحید باری تعالیٰ کے بارے میں تقریری مقابلہ

عقیدہ توحید اعتقاد اور صرف آخرت کا مسئلہ نہیں بلکہ اس کے انسانی زندگی پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ توحید نظامِ کائنات کی بقا کی ضامن اور شرک کائنات کے بگاڑ کا سبب ہے۔ توحید ہی دین کی ابتدا اور انتہا ہے باقی ارکان اس کے تقاضے ہیں۔ اس لیے تمام انبیاء اپنی دعوت کی ابتدا عقیدہ توحید سے کیا کرتے تھے۔ یہ جزوقتی دعوت نہیں بلکہ ہمہ وقت اور ہمہ گیر تحریک ہے۔ یہی پاکستان کی بنیاد ہے۔ وطن عزیز میں مساجد سے باہر پہلی دفعہ اس تحریک کا آغاز ہوا۔ آپ سے استدعا ہے کہ آپ اپنی اپنی جماعتوں میں رہ کر اخلاقی، تبلیغی تعاون فرمائیں۔ توحید کا شعور اور شرک کے خلاف رائے عامہ بیدار کرنے کے لیے تقریری تحریری مقابلے اور مذاکرے شروع ہیں۔ اس سے پہلے راولپنڈی گوجرانوالہ، لاہور، ساہیوال، کراچی شہر ڈویژن کے مقابلے ہو چکے ہیں۔

(نوٹ) طلبہ کے مدارس کے ساتھ ساتھ طالبات کے مدارس میں بھی ابتدا کر دی گئی ہے پہلا مقابلہ لاہور شہر کے مدارس کے مابین ہوگا۔

مقام: مدرسہ تدریس القرآن والحدیث للبنات مکان ۱۱۔ گلی 20 وسن پورہ لاہور

بتاریخ: 13 مارچ بروز ہفتہ وقت صبح 30-8 تا 00-5 عصر

عنوانات ① علمِ توحید اور ابلاغِ توحید کی فضیلت ② قبر پرستی کی ممانعت

وقت 10: منٹ

انعامات اوّل انعام: 2000، دوم: 1500، سوم: 1000۔ بمعہ کتب

الداعیات: مدیرہ و اراکین جامعہ ھذا۔ 03214773776 منجانب: تحریک دعوت توحید پاکستان 0423_5417233

بقیہ: سیرت النبی ﷺ ایک نظر میں

اس کے باوجود سات جنگوں میں ۳۶ مسلمان شہید ہوئے ۲۸۶ دشمن قتل ہوئے اور ۳۲۲ افراد جنگوں کی نذر ہوئے۔ دوسری طرف امن و امان کا ڈھنڈورا پیٹنے والوں کی تاریخ کو دیکھئے کہ جنگ عظیم اول میں ۷۵ لاکھ، جنگ عظیم دوم میں ساڑھے چار کروڑ انسانوں کو موت کے منہ میں دھکیل دیا گیا اور موجودہ حالات میں عراق و افغانستان اور دیگر اسلامی ممالک میں بلاوجہ لاکھوں بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کو آگ میں جھلسا کر راکھ کر دیا گیا۔

رفیق اعلیٰ کی جانب: جب "الیوم اکملت لکم دینکم ......" کے ساتھ دین اسلام کی تکمیل ہو گئی، باطل سرنگوں اور چہار سو حق کا پرچار ہو گیا اور رسول مکرم ﷺ اپنے فرائض منصبی صحیح طرح ادا کر چکے تو آپ کے گفتار و کردار، احوال و ظرف سے ایسی علامات نمودار ہونا شروع ہوئیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ اس حیات مستعار اور باشندگان جہاں فانی کو الوداع کہنے والے ہیں۔ ۲۹ صفر ۱۱ھ دوشنبہ کے دن آپ قدرے بیمار ہوئے پھر رفتہ رفتہ بیماری طول پکڑ گئی وفات سے پانچ دن قبل تکلیف میں اس قدر اضافہ ہو گیا کہ غشی طاری ہو گئی اور کئی مشکیزے پانی کے ڈالے گئے جب کچھ تخفیف ہوئی تو منبر پر رونق افروز ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا آخر کار صحت بہت علیل ہو گئی تو وفات سے ایک یوم قبل امت کو آخری وصیت اس طرح فرمائی: "الصلوة الصلوة وما ملكت ايمانكم" (صحیح بخاری) ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ دوشنبہ (سوموار) کو چاشت کے وقت بعمر تریسٹھ سال "اللهم اغفرلى وارحمنى بالرفيق الاعلى" کا ورد کرتے ہوئے روح قفس عنصری سے پرواز کر کے آشیانہ قدس میں پہنچ گئے۔ انا لله وانا اليه راجعون [شکریہ ضیائے حدیث]

قاری و خادم کی ضرورت

شعبہ ناظرہ اور حفظ کے لیے مستند قاری اور مسجد کی صفائی کے لیے متشرع خادم کی ضرورت ہے۔ [رابطہ: عبداللطیف حلیم 0300-4898475]

ہفت روزہ
تنظیم اہلحدیث لاہور

مدیر مسئول
حافظ محمد جاوید روپڑی

جلد 54 ☆ شمارہ 10
25 ربیع الاول ☆ 1431ھ
12 مارچ ☆ 2010ء
C.P.L - 104

فون: 7670968 / 7656730 فیکس : 7659847

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ: شیخ الحدیث حافظ عبدالغفار روپڑی
مدیر : پروفیسر ڈاکٹر مزمل احسن شیخ
مدیر انتظامی : حافظ عبدالوہاب روپڑی
نائب مدیر انتظامی : مولانا محمد جابر حسین
معاون مدیر : مولانا عبداللطیف حلیم
مینجر : شہادت طور
0300-4583187
کمپوزنگ/ڈیزائننگ : وقار عظیم بھٹی
0300-8065906

فہرست

اداریہ	3
الاستفتاء	5
تفسیر سورۃ آل عمران	10
سیرت النبی ﷺ ایک نظر میں	15
خارجہ پالیسی کے خدوخال	18
جماعتی خبریں	19

زرتعاون

فی پرچہ - 7 روپے
سالانہ - 300 روپے
بیرون ممالک 200 ریال (امریکی 50 ڈالر)

مقام اشاعت

ہفت روزہ "تنظیم اہلحدیث" رحمٰن گلی نمبر 5
چوک دالگراں لاہور 54000

اداریہ — مولانا عبداللطیف حلیم

جو مزاج یار میں آئے

صدر پاکستان من مانی کرنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے چاہے اپوزیشن کے ساتھ مل کر پوری قوم بھی ان کے اقتدار اور ذات پر تنقید کرتی رہے۔ صدر زرداری صاحب زوال حکومت معمول کی غلطی سمجھتے ہیں مختلف ممالک میں کشکول لے کر جاتے ہیں خود ان کے سوٹ بوٹ اور سفر کا طریق کار شاہانہ ہوتا ہے اور اس میں ان کی حکومت کے دیگر اہلکار بھی ان کے معاون نظر آتے ہیں۔

گزشتہ ایام میں صدر زرداری صاحب کوئٹہ تشریف لے گئے وہ پاکستان کے جس شہر کو بھی اپنے دورے کے لیے مختص کرتے ہیں تو سڑکیں بلاک کر دی جاتی ہیں عوام گھنٹوں سڑکوں پر پریشان صدر زرداری کے گزرنے کا انتظار کرتے ہیں۔ چنانچہ کوئٹہ آمد پر شہر کی سڑکیں بلاک کی گئی ٹریفک کے ہجوم میں پھنسے رکشے میں ہی خاتون نے بچے کو جنم دے دیا وہ ڈیلوری کے لیے ہسپتال لے جائی جا رہی تھی۔ کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے سربراہ کی شہر میں آمد راہ میں حائل ہو گئی جبکہ صدر کا ہیلی کاپٹر ایئر پورٹ کی بجائے کینٹ میں اتر گیا جہاں سے وہ گورنر ہاؤس پہنچے وہ اس راستے سے گزرے بھی نہیں جس پر دو گھنٹے سے ٹریفک جام تھی اور شہری خوار ہوتے رہے۔ میڈیا نے صدر کو پروٹوکول سے متاثرہ زچہ کے رکشے میں بچے کو جنم دینے کے شرمناک واقعہ کو کوریج میں کمال کر دیا جس سے عوام کو پتا چلا کہ شاہانہ طرز کے حکومتی کلچر کے عوامی زندگی پر پڑنے والے اثرات کیا ہیں۔ میڈیا کی اس رپورٹ نے صدر کو معذرت اور افسوس کا اظہار کرنے پر مجبور کر دیا ان کی جانب سے پیدا ہونے والے بچے کی ماں کو 5 لاکھ روپے دینے کا اعلان کر دیا گیا اور بعد میں پے منٹ کر دی گئی۔ سچ کہتے ہیں۔

"وڈے گھر دی کرھوڑی مان نہیں ہندی"

یہ الگ بات ہے کہ انہوں نے 5 لاکھ روپے قومی خزانے سے دیے.........؟ صدر نے تو اپنے ساتھ چمٹے نادانستہ گناہ کا کفارہ ادا کر کے اپنی جان چھڑا لی۔ لیکن اس واقعے کے تناظر میں جو ریمارکس وزیر اعظم اور وزیر اعلیٰ بلوچستان نے دیے وہ بھی عوام کی جانب ان کی سوچ کے عکاس ہیں۔ وزیر اعظم کا کہنا تھا "بچے تو کہیں بھی پیدا ہو سکتے ہیں" ان کا یہ ابلاغ عوامی مشکل سے لاتعلقی کا نمائندہ اظہار تھا۔ ادھر وزیر اعلیٰ بلوچستان نے تو کہہ کر جیسے سنگین مذاق کیا ہو کہ "بچہ تو ایمبولینس میں بھی پیدا ہو سکتا تھا" وزیر اعلیٰ کیا جانیں کہ جو مزدور اپنی زوجہ کو رکشہ پر ہسپتال لے جانے پر مجبور تھا اسے تو یہی خرچہ ادا کرنا محال ہو گا۔

چہ جائے کے وہ ایمبولینس کا کرایہ برداشت کرتا، بہر حال ہمارے حکمران جو مزاج میں آئے وہی کرتے ہیں۔ اگلے دن وزیر اعظم نے اپنے بیان سے معافی بھی مانگی اور اس بچے کے تعلیمی اخراجات برداشت کرنے کا بھی اعلان کیا، ایک بچے کی رکشے میں پیدائش کی وجہ سے بچے کے والدین کو 5 لاکھ روپے اور بچے کی تعلیم کا ذمہ تو وزیر اعظم نے لے لیا لیکن اس سے تمام غریبوں کے بچوں کو سہارا مل جائے گا یا وہ ہمیشہ کے لیے کف حسرت وافسوس ملتے رہ جائیں گے۔ ملکی سرمایہ کے بارے میں ہماری حکومت من مانیاں کر رہی ہے، وفاقی بیت المال سے فائدہ اٹھانے والوں کی تعداد تقریباً نصف کردی گئی۔ وکیشنل ٹریننگ حاصل کرنے والوں کی تعداد میں بھی 5 ہزار کی کمی ہوئی۔ عید گرانٹ حاصل کرنے والے افراد کی تعداد میں ڈیڑھ دو لاکھ کی کمی ہوئی۔ حکومت ایک کلو گھی پر تین روپے کے ٹیکس حاصل کر رہی ہے۔ حکمران ذاتی مفاد ول کھول کر اتار رہے ہیں کیونکہ آج بدعنوانی کا دور کھلے عام چل رہا ہے عوام پر سیلز ٹیکس کے نام پر نا قابل برداشت بوجھ ڈال دیا گیا ہے۔ سو فیصد تنخواہیں بھی بڑھادیں تو ملازمت پیشہ طبقہ گرانی کی چکی سے باہر نہیں نکل سکتا۔ صرف خوردنی تیل پر حکومت 50 ارب روپے سے زیادہ ٹیکس وصول کرتی ہے۔ ایک کلو خوردنی تیل (گھی) پر ہر غریب متوسط طبقہ کے افراد 24 سے 30 روپے ٹیکس حکومتی خزانے میں جمع کرانے پر مجبور ہیں۔

پٹرولیم کی مصنوعات پر 250 ارب روپے ٹیکس صارفین سے اکٹھے کیے جا رہے ہیں اس کی تفصیل یہ ہے۔ زیادہ سے زیادہ پاکستان کو تیل 22 سے 27 روپے فی لیٹر تک پڑتا ہے اور اس پر وفاقی اور صوبائی حکومتوں کی طرف سے مختلف ٹیکسز بھی ہیں جو اسے دگنا نہیں تگنے سے بھی زائد قیمت تک پہنچا دیتے ہیں۔ ان ٹیکسوں کی وجہ سے حکومت نے عوام کی زندگی تلخ کرنے کے ساتھ ساتھ صنعت وتجارت اور معیشت کا پہیہ ہی جام کر کے رکھ دیا ہے۔ آئل کمپنیوں نے عالمی مارکیٹ میں اس کی قیمت میں ہونے والی کمی کا فائدہ بھی عوام تک نہیں پہنچنے دیا اور جب اس کی قیمت میں ذرا اضافہ ہوتا ہے تو عوام کی جیب پر ہاتھ صاف کرنے میں بھی انہوں نے تاخیر کا مظاہرہ نہیں کیا اور اگر کبھی حکومت اور آئل کمپنیوں کو مجبوراً کمی کرنی پڑتی ہے تو یہ کمی اتنی معمولی ہوتی ہے تو اس کو ''سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم'' سے ہی تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

دو سالوں سے بجلی کی قیمتوں میں 19 مرتبہ اضافہ کیا گیا حکومت کا دعویٰ ہے کہ وہ ملک میں احتساب کا صاف وشفاف نظام صدق دل سے نافذ کرنے کی خواہاں ہے۔ ان سارے دعوں کے باوجود قومی وسائل کا ضیاع بڑے پیمانے پر ہو رہا ہے اور اس کے ذمہ داروں کو کوئی پوچھنے والا نہیں۔ پیر کے روز قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی کو یہ بتایا گیا ہے کہ رینٹل پاور اسٹیشنز کے ذریعے ابھی تک بجلی تو پیدا نہیں کی جاسکی۔ لیکن ان کے کرائے کی مد میں 6 کروڑ ڈالر کی خطیر رقم خزانے سے ادا کی جا چکی ہے۔ رینٹل پاور اسٹیشنز کے کرایہ لینے کی مخالفت ملک وقوم کے متعدد حلقوں کی جانب سے کی گئی ہے اور سابق وزیر خزانہ شوکت ترین کے استعفیٰ کے اسباب میں ایک سبب یہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ قومی سطح اس اقدام کی اتنی زیادہ مخالفت کے باوجود رینٹل پاور اسٹیشنز کیوں لیے گئے؟ اور اگر وہ لے ہی لیے گئے ہیں تو ان سے بجلی پیدا کیوں نہیں کی جارہی؟

جس ملک میں بے روزگاری اور غربت وافلاس نے عام آدمی کو خودکشی وخود سوزی پر مجبور کر دیا ہے جہاں لاکھوں خاندانوں اور کروڑوں افراد سے جینے کی امید چھین لی گئی ہے اور قوم 55 کروڑ ڈالر کی مقروض ہے وہاں کے عوامی نمائندے اور عوام کو ترقی وخوشحالی کا چکمہ دینے والے سیاستدان اپنی دولت، جائیداد بیرون ملک چھپائے بیٹھے ہیں۔ امریکہ، برطانیہ، سعودی عرب، عرب امارات اور چین کے سرمایہ کاروں کو ترغیب دی جاتی ہے کہ وہ پاکستان میں سرمایا کاری کریں ان کا سرمایہ اور کاروبار محفوظ رہے۔ کوئی زبان سے کہتا تو نہیں لیکن ہنستا ضرور ہوگا کہ جس ملک میں حکمران طبقہ اپنے مستقبل کے سرمائے اور کاروبار کو محفوظ نہیں سمجھتا وہاں ہم سے کس ڈھٹائی کے ساتھ اپیل کی جاتی ہے یہ حکمران ہمیں بھی پاکستانی عوام کی طرح احمق اور بے وقوف تصور کرتے ہیں۔

جہاں اشیائے ضرورت کی قیمتیں پچھلے چند سالوں سے اوپر ہی اوپر جارہی ہیں اور حکومت کا کوئی بھی ذمہ دار شخص اس مسلسل اضافے کا دفاع کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔ بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ زیادہ تر اقتصادی ماہرین کے تبصرے اور تجزیے بھی اصل حقیقت سے پردہ اٹھانے کی بجائے سر سے گزر جانے والی مہارت ہی کے مظہر ہوتے ہیں۔ اس ہفتے گوشت کی قیمتیں مزید بڑھ گئی ہیں جس پر اس کام سے براہ راست متعلق لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ چونکہ گوشت بڑی مقدار میں اتحادی فوجوں کے لیے افغانستان بھجوایا جارہا ہے اس لیے ملک کے اندر اس کی قیمتیں ابھی مزید بڑھیں گی۔

بنیادی سوال یہ ہے کہ اگر روزمرہ ضرورت کی چیزوں بالخصوص اشیائے خورد ونوش کی قیمتیں اسی طرح بڑھتی رہیں تو ملک کے کروڑوں غریب عوام کا کیا بنے گا؟ یہ سب کچھ حکمرانوں کی من مانیوں کی وجہ سے ہو رہا ہے اور بطور خاص صدر زرداری ''جو مزاج یار میں آئے'' کے مصداق ہیں انہوں نے ملکی سرمایہ سے اگر نو مولود کی وجہ سے اس کے والدین کو 5 لاکھ روپے دے دیے ہیں تو یہ ان کے مزاج کی بات ہے وگرنہ پورے ملک کے غریب عوام صدر زرداری کا منہ تک رہے ہیں۔

☆......☆......☆

الاستفتاء

مفتی عبیداللہ خاں عفیف
بانی مسجد لمۃ العزیز اہلحدیث رحمت ٹاؤن

جشن عید میلاد مروجہ کا شرعی حکم

(قسط:......6)

سوال: ہر سال ماہ ربیع الاول کے ابتدائی ۱۲ دنوں میں ہمارے پاکستان میں عشق رسول کے مقدس اور مطلوب ولولے کے تحت سیرت رسول ﷺ کے عنوان سے جلسوں کا انتظام اور میلاد کی محافل کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ۱۲ ربیع الاول کو حکومت کی طرف سے پورے ملک میں چھٹی ہوتی ہے۔ چراغاں کا سماں بندھتا ہے۔ مختلف الوان کے دستر خوان بچھائے جاتے ہیں۔ واعظوں اور نعت خوانوں کے وارے نیارے ہوتے ہیں۔ کعبۃ اللہ اور روضہ اقدس کی تشبیہوں کا طواف کیا جاتا ہے۔ عربی لباس کا سوانگ بھرا جاتا ہے۔ مرد وزن کے ٹھٹھ لگتے ہیں۔ ٹرالیوں، ٹرکوں، اونٹ گاڑیوں، بھینسا گاڑیوں اور گدھا گاڑیوں کو زرق برق بینروں۔ جھنڈوں اور پھولوں کے ہاروں سے سجایا جاتا ہے اور ان پر بے فکرے بڑے، چھوٹے اور لڑکے بالے سوار نعتیں پڑھتے۔ گانے گاتے، ریکارڈنگ کرتے، ناچتے تھرکتے، دھمال ڈالتے اور لڈی مچاتے ہوئے جلوس نکالتے ہیں اور ان جلوسوں پر عطر چھڑکا جاتا ہے۔ لوبان اور اگر کی دھونیوں کا اہتمام بھی ہوتا ہے۔ اور اس جشن پر کروڑوں روپے خرچ ہوتے ہیں اور ستم یہ کہ قوم کے نونہالوں کو بھیک مانگنے کا عادی بنایا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں میرے ذہن میں درج ذیل سوال انگڑائیاں لے رہے ہیں۔

1: محبت رسول کے تقاضے کیا ہیں؟ 2: حکومت اور عوام الناس کا یوں جشن منانا مسنون اور ماثور عملی ہے؟ 3: کیا عہد رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام، عہد صحابہ رضی اللہ عنہ، سلف صالحین، ائمہ اربعہ اور فقہاء محدثین نے بھی اس عید میلاد کا کوئی اہتمام فرمایا تھا یا اس کا حکم دیا تھا؟ 4: اسلام میں کتنی عیدیں ہیں؟ 5: ۱۲ ربیع الاول کو عید میلاد منانے کا یہ طریقہ کب شروع اور اس کی طرح ڈالنے والے کون اور کیسے لوگ تھے۔ امید ہے آپ اولین فرصت میں میری راہنمائی فرمائیں گے۔ سائل: محمد خان نجیب

1۔ حنفی اکابر کا فتویٰ

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ قاضی شہاب الدین حنفی دولت آبادی نے اس قیام کو بدعت بلکہ شرک قرار دیا ہے جیسا کہ سوال نمبر ۶ کے جواب میں گزر چکا ہے۔

2۔ قاضی نصیر الدین گجراتی کا فتویٰ:

آپ طریقۃ السلف میں اس بدعت کا نوٹس لیتے ہوئے فرماتے ہیں: وقد احدث بعض الجهال المشائخ امورا كثيرة لانجد لها اثرا ولا رسما فى كتاب ولاسنة منها القيام عند ذكر ولادة سيد الانام عليه التحية والسلام. [طريقة السلف بحواله فتاوىٰ رشيديه ص۴۱۸] کہ بعض جاہل مشائخ نے بہت سی بدعتیں ایجاد کر لی ہیں جن کی کوئی دلیل یا رسم نہ ہم کتاب میں پاتے ہیں اور نہ سنت میں اور ان میں سے ایک بدعت سید الانام علیہ التحیۃ والسلام کی ولادت کے ذکر کے وقت کھڑا ہو جانا ہے۔

3۔ امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی کا فتویٰ:

جرت عادة كثير من المحبين اذا سمعوا بذكر وَضعِه ﷺ ان يقوموا تعظيماً له ﷺ وهذا القيام بدعة لا اصل له. [سبيل الهدىٰ والرشاد فى سيرة خير العباد سيرت شامى ص۴۱۵ ج ۱ وفتاوىٰ رشيديه ص۴۱۸] کہ بہت سے محبین کی یہ حالت ہوگئی ہے کہ جب نبی ﷺ کی ولادت کا ذکر کیا جاتا ہے تو آپ ﷺ کی تعظیم کیلئے کھڑے ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ قیام بدعت ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔

4۔ علامہ فضل اللہ جونپوری کا فتویٰ: ما يفعل العوام فى القيام عند ذكر وضع خير الانام عليه التحية والسلام ليس بشىء بل هو مكروه ببهجة العشاق. [فتاوىٰ رشيديه ص۴۱۸] کہ عوام الناس جو ذکر ولادت خیر الانام رسول اللہ ﷺ کے وقت کھڑے ہو جاتے ہیں یہ قیام نہ صرف کوئی نیکی نہیں بلکہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔ آمدم برسر مطلب، مذکورہ بالا فرمان رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرامؓ کے وتیرے اور مزید برآں اکابر علماء احناف کے فتاویٰ سے ثابت ہوا کہ یہ قیام بے ہنگام بدعت بلکہ شرک ہے اب سوائے اس کے اور کیا کہوں ۔

بوگان سیاہ کردی ہزاراں رخنہ در دینم
بیا کہ از چشم بیمارت ہزاراں درد برچینم

اس لیے ہم پوری سنجیدگی کے ساتھ کہتے ہیں اور ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ نہ تو خود صاحب میلاد (آنحضرت ﷺ) نے اپنی تریسٹھ سالہ حیات طیبہ میں نہ قولاً، نہ فعلاً، نہ صراحۃً، نہ اشارۃً اپنے اس یوم میلاد کو عید اور جشن کا درجہ دیا تھا۔ نہ خلفائے راشدین نے اس کی طرح ڈالی، نہ حضرت حسن، نہ حضرت حسین نے اس دن کو جشن کا درجہ دیا۔ نہ صحابہ کرامؓ نے اس ۱۲ ربیع الاول کو آنحضرت ﷺ کی پیدائش کی خوشی میں کبھی کوئی جلوس نکالا نہ تابعین نہ تبع تابعین نے ۱۲ ربیع الاول کے مروجہ جملہ تکلفات کو عشق رسول ﷺ کی کڑی قرار دیا نہ عمر بن عبد العزیزؒ ایسے عاشق رسول خلیفہ اور حکمران نے عام تعطیل کر کے اس دن کو منایا نہ کہیں امام ابوحنیفہ ایسے نامور فقیہ نے ۱۲

ربیع الاول کے تکلفات اور خرافات کو رواج دیا۔

نہ امام مالک ایسے ناشر سنت نے اس یوم میلاد کو عید منانے کا فتویٰ صادر فرمایا نہ مجدد ملت امام شافعیؒ نے اس یوم میلاد کو جلوس نکالنے اور جشن منانے کا فتویٰ صادر فرمایا نہ امام احمد بن حنبلؒ ایسے محافظ سنت نے اس جشن کو سنت اور مستحب قرار دیا نہ مولفین صحاح ستہ نے اپنی صحاح میں اس یوم میلاد کے احکام بیان فرمائے اور نہ سیرت نگاروں اور نہ مورخوں نے اس دن کے جلوسوں کی کیفیت پر کوئی روشنی ڈالی اور پھر مزے کی بات یہ ہے کہ ہماری پہلی چار صدیاں جو کہ احناف کے نزدیک دور اجتہاد کی آخری حد ہیں بھی اس بدعت سے محفوظ اور خاموش گزر جاتی ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہماری ابتدائی ۳ صدیوں کے آخر تک پورے عالم اسلام کے تمام اطراف واکناف میں اس بدعت کا وجود تو کیا نام ونشان تک نہیں ملتا۔ حالانکہ ہمارے قابل فخر صحابہ، تابعین، محدثین، مجتہدین عشق رسول ﷺ میں ہم سے کہیں زیادہ گرم جوش تھے اور اتباع رسول ﷺ کا جوش وخروش ہم سے کہیں زیادہ رکھتے تھے دوسرے الفاظ میں ہمارے سلف صالحین نے رسول اللہ ﷺ کی غیر مشروط اطاعت اور اتباع سنت کو اپنی زندگی کا مقصد بنا رکھا تھا رسول اللہ ﷺ کی ایک ایک ادا پر فدا کاری اور جانثاری ان کی خوبی بن چکی تھی آپ ﷺ کی چھوٹی سی چھوٹی سنت پر عمل درآمد اور اس کو رواج دینا ان کے ایمان کا لاینفک حصہ تھا۔ آپ ﷺ کی خوشنودی اور رضا جوئی کے تمام پیمانے ان کے علم اور عمل میں تھے آپ ﷺ سے محبت کرنا اور اس کو نبھانا ان کا سرمایہ حیات تھا وہ تعظیم رسول ﷺ کے تمام کھلے چھپے گوشوں اور ان کی تمام نزاکتوں سے نہ صرف پوری طرح آگاہ تھے بلکہ وہ ان پر کما حقہ عمل پیرا بھی تھے وہ عقیدت رسول اللہ ﷺ کے تمام خاکوں سے نہ صرف بے خبر نہ تھے بلکہ ان میں اپنی وفاداری اور استواری کا حسین رنگ بھر کر بھی دکھائے گئے باینہمہ ان سے اس عید میلاد النبی ﷺ کے بارے میں کوئی تفصیلی احکام تو کجا رہے حدیث وتفسیر اور تاریخ کی کتابوں میں ایک حرف بھی مذکور اور منقول نہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ (فداہ ابی وامی وروحی وعرضی) کا بہ نفس نفیس اپنے روز پیدائش کی خوشی میں ہمارے لیے کوئی اسوہ اور ریت نہ چھوڑنا اور ہمارے قابل فخر سلف صالحین کا اس اسوہ اور ریت کو اپنانے کے بارے میں کوئی طرز عمل اختیار نہ کرنا اس حقیقت کی ٹھوس شہادت بین دلیل، قاطع برہان اور کھلا ثبوت ہے کہ مروجہ عید میلاد النبی ﷺ اور اس کے تمام تکلفات اور خرافات بدعت اور غیر شرعی رسم ہے جو کہ عیسائیوں اور ہندوؤں کے تہواروں کا چربہ اور ملغوبہ ہے۔

چنانچہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ اس بدعت کے بارے میں سلف صالحین کا طرز عمل واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ وکذالک ما یحدثه بعض الناس اما مضاهاة للنصارىٰ فی میلاد عیسیٰ علیه السلام واما محبة للنبی ﷺ وتعظیما له والله حثهم علی هذه المحبة والتعظیم باجتهاد فی الاتباع لاعلی البدع من اتخاذ مولد البنی ﷺ عیدا مع اختلاف الناس فی مولده فان هذا لم یفعله السلف مع قیام المقتضی له وعدم المانع منه لو کان هذا خیرا محضا او راجحا لکان السلف رضی الله عنه احق به منافانهم کانوا اشدمحبة لرسول الله ﷺ وتعظیما له منا وهم علی الخیر احرص وانما کمال محبة وتعظیمه فی متابعته وطاعته واتباع امره واحیاء سنته باطنا واظاهرا ونشرمابعث به والجهاد علی ذالک بالقلب والید واللسان فان هذه طریقة السابقین من المهاجرین والانصار والذین اتبعوهم باحسان . [اقتضاء الصراط المستقیم طبع 1999ء وزارت الشوٴن الاسلامیه ۱۴۱۹ھ ص ۱۲۳،۱۲۴،ج۲] کہ جشن میلاد تو عیسائیوں کے بڑے دن CHRISTMASDAY کی ریس ہے یعنی ان کی دیکھا دیکھی میں اس میلاد مروجہ کو ایجاد کیا گیا ہے یا پھر محبت رسول اور آپ ﷺ کی تعظیم کے اظہار کے لیے یہ تکلف کیا گیا ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ کی محبت اور تعظیم کی ترغیب دی ہے مگر آپ کی سچی تعظیم اور سچی محبت صرف اور صرف آپ کی غیر مشروط پیروی میں ہے نہ کہ عید میلاد النبی ﷺ وغیرہ بدعتوں کے ایجاد کرنے میں۔

علاوہ ازیں آپ ﷺ کی تاریخ پیدائش میں سخت اختلاف ہے تاہم اقتضاء (داعیہ اور سبب) موجود ہونے اور مانع معدوم ہونے کے باوصف ہمارے سلف صالحین نے اس دن کو تہوار نہیں بنایا اگر آپ ﷺ کے یوم میلاد کا کوئی اہتمام خیر محض یا اس کا خیر ہونا راجح ہوتا تو ہمارے سلف صالحین آنحضرت ﷺ سے کامل محبت کرنے اور آپ ﷺ کی شان تعظیم بجا لانے میں ہم سے کہیں زیادہ جوش وخروش رکھتے تھے۔ خیر یعنی نیکی اور بھلائی کے ہم سے زیادہ حریص تھے لہٰذا آپ ﷺ کی سچی محبت اور آپ ﷺ کی سچی تعظیم صرف اس امر میں ہے کہ ظاہر اور باطن میں آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی غیر مشروط پیروی کی جائے آپ ﷺ کے ہر حکم کی اتباع کی جائے، آپ ﷺ کی سنتوں کا احیاء کیا جائے آپ کی شریعت بیضاء سمحاء کی نشر واشاعت کی جائے اور آپ ﷺ کے پیغام واجب التزام کے فروغ کے لیے دل وجان اور زبان اور ہاتھ کے ساتھ جہاد کیا جائے حضرات مہاجرین وانصار اور دوسرے تمام صحابہ سمیت اور تابعین عظام رحمهم الله اور ان کے مخلص پیروؤں کا فقط یہی طریقہ اور معمول تھا۔ ان تاریخی حقائق کی توضیح وتشریح

کے بعد بھی اگر کسی عالی فہم کو سلف صالحین کا مسلک سمجھ نہ آئے اور اتباع سنت اور رسول کی پیروی کو وہ اپنی فلاح دارین کی ضمانت نہ سمجھتے ہوئے خود ساختہ بدعات اور خرافات کی بد بودار دلدل میں کھویا رہے تو ہم اس کے لیے ہدایت کی دعا کے سوا اور کیا کر سکتے ہیں۔ اللھم جنبنا عن الاحداث فی الدین وارزقنا اتباع خیر المرسلین ۔آمین

آنکھیں اگر بند ہیں تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور کیا ہے آفتاب کا

اس گفتگو سے روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ اسلام میں بدعات یعنی نئی نئی رسموں (عید میلاد وغیرہ) کی بیخ لگانا اور ان کو رائج کرنا ایک ایسا کبیرہ گناہ، ایک ایسا گھناؤنا جرم، ایک ایسی حرکت قبیحہ اور ایک ایسی شرمناک جسارت ہے کہ جس کی شناعت اور قباحت کے ہولناک نتیجہ میں بدعتی آدمی کا روزہ، نماز، حج، زکوۃ جیسے فرائض اور دوسرے اعمال مشروعہ بھی قبول نہیں ہوتے۔ مولوی محمد مسلمؒ نے کیا خوب فرمایا۔

اصل دین مصطفیٰ ہے سنت خیر الوریٰ
مغز شرع مصطفیٰ ہے سنت خیر الوریٰ
بدعتی کی کس طرح مقبول ہو صوم صلوٰۃ
ہر عبادت کا سرا ہے سنت خیر الوریٰ

حکومت وقت کے لیے لمحہ فکریہ:

آپ نے اپنے سوالنامہ کی زمین میں دبے دبے الفاظ میں جشن میلاد (رسول اللہ ﷺ کی مروجہ سالگرہ اور برسی) کے منانے کے سلسلے میں حکومت کی دلچسپیوں کے بارے میں ہماری رائے معلوم کرنا چاہی ہے مگر اسی کے متعلق کچھ کہنے میں تامل سا ہے کہ ہمارا نقطہ نگاہ نہ صرف شرف باریابی سے محروم رہ جائے گا بلکہ حکومت کی جبین ناز پر بل پڑ جانے کا اندیشہ بھی خارج از امکان نظر نہیں آتا۔ تاہم جب آپ نے چھیڑ ہی دیا ہے تو ظروف واحوال کے بندھنوں اور تقاضوں کے علی الرغم احقاق حق اور ابطال باطل کے فریضہ کی ادائیگی کے لئے کچھ نہ کچھ کہنا ہی پڑے گا کہ صدیوں سے اہل حق کی یہی ریت چلی آرہی ہے۔

ہم کو شاہوں سے عدالت کی توقع تو نہیں
آپ کہتے ہیں تو زنجیر ہلا دیتے ہیں

لہٰذا سنیئے اور غور سے سنیئے!

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے نام پر معرض وجود میں آنے والے پاکستان میں یہ بدعت جس طرح انڈے بچے دینے اور شریعت محمدیہ علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام کا منہ چڑانے لگ گئی ہے اور اس کے غیر شرعی اور ناروا تکلفات کے اہتمام کے لیے جس طرح نوخیز لڑکے اور یار لوگ گلی کوچوں میں گداگری کا دھندا کرنے میں مصروف ہو گئے ہیں اس دل دوز اور تکلیف دہ صورتحال کا بھرپور تقاضا ہے کہ حکومت بغیر کسی مصلحت اور تاخیر کے عربوں والے سادے اسلام کے تحفظ میں اپنے اوپر عائد ہونے والی شرعی اور آئینی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی سرتوڑ کوشش کرے اور اس بدعت پر پابندی لگا کر اس کے خلاف قانون سازی کرے کہ کتاب وسنت کی طرف دعوت دینے والی حکومت کے فرائض منصبی میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی عزیمت بھی شامل ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے: اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۔[سورۃ حج :41] ''یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو حکومت دیں گے تو نماز قائم کریں گے اور زکوۃ دیں گے اور نیک کاموں کا حکم کریں گے اور برے کاموں سے روکیں گے اور سب چیزوں کا انجام اللہ ہی کے قبضے میں ہے۔'' چنانچہ اس فرمان الٰہی کی بجا آوری میں خلفائے راشدین کا جو کردار تھا وہ عیاں را چہ بیان کا مصداق ہے تاہم بعد میں آنے والے بہت سے خلفاء اور فرمانروا بھی اس مقدس فریضہ سے غافل نہیں رہے ہم یہاں اپنے حکمرانوں کی تنبیہ کے لیے سنت کی حمایت میں ایک شاہی فرمان اور بدعت کے خلاف دو شاہی کاوشیں بطور نمونہ پیش کرتے ہیں۔

امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز کا فرمان: سن رسول اللہ ﷺ وولاۃ الامر من بعدہ سننا الاخذ بھا تصدیق لکتاب اللہ واستکمال لطاعۃ اللہ وقوۃ علی دین اللہ لیس لاحد تغییرھا ولا تبدیلھا ولا النظر فی شیء خالفھا من عمل بھا مھتدو من انتصر منصور ومن خالفھا اتبع غیر سبیل المؤمنین وولاہ اللہ ماتولی واصلاہ جھنم وساءت مصیرا ۔[کتاب الاعتصام للشاطبی ص ٦١ ج ١]

کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ سنتیں جاری فرمائیں اور آپ کے بعد خلفائے راشدین نے کچھ سنتیں جاری کی ہیں ان کو اختیار کرنا کتاب اللہ کی تصدیق، اطاعت الٰہی کی تکمیل اور اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دین میں قوت پیدا کرنا ہے ان میں کسی قسم کا تغیر کرنا کوئی تبدیلی کرنا اور ان کے خلاف کسی چیز پر نظر ڈالنا قطعاً جائز نہیں جو کوئی ان پر عمل کرے گا ہدایت پائے گا اور جو کوئی ان سنتوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی نصرت حاصل کرنا چاہے گا تو وہ منصور ہوگا اور جو ان سنتوں کو کافی نہ سمجھتے ہوئے ان کے خلاف عمل کرے گا تو اس نے مسلمانوں کے راستے سے مخالف راستہ اختیار کر لیا اللہ تعالیٰ اس کو اس کی تجویز کردہ راہ کے سپرد کر دے گا اور پھر جہنم میں ڈال دے گا جو برا ٹھکانہ ہے۔

خلیفہ العباس بن منصور المہدی لدین اللہ کی کاوش:

<u>حضرت والا جاہ نواب سید صدیق حسن قنوجیؒ لکھتے ہیں:</u>

اس موحد اور حامی سنت بادشاہ نے نہ صرف عید میلاد کی بدعت کو سرکاری طور پر ختم کر دیا تھا بلکہ ان قبروں کو بھی زمین کے ساتھ ہموار کرا دیا تھا جن کے بارے میں عوام کا عقیدہ ڈھیلا ہو رہا تھا۔ وَكَانَ آخر الخلفاء الذَّاہِبِیْنَ عَنْ ذٰلِکَ الْمَهْدِیُ لِدِیْنِ اللّٰهِ الْعَبَاسُ بْنَ مَنْصُوْر فَاِنَّهٗ مَنَعَ الْمَوَالِدَ وَاَمَرَ بِهَدْمِ قُبُوْرِ جَمَاعَةٍ مِنَ الْاَمْوَاتِ الَّذِیْنَ یَعْتَقِدُهُمُ الْعَامَّةُ .[دلیل الطالب علی ارجح المطالب ص ٤٠٧]

<u>قائلین میلاد کے دلائل کا جواب:</u>

اگر چہ بحمد اللہ تعالیٰ آپ کے سوالنامہ کا جواب مکمل ہو چکا ہے تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مجوزین کے دلائل پر تبصرہ کر دیا جائے تا کہ ان کے تار عنکبوت سے کمزور کچے پکے دلائل کی حقیقت بھی طشت از بام ہو جائے چونکہ اس بدعت کے رسیا اپنے کو حنفی المذہب کہلانے پر نازاں ہیں۔ لہٰذا ان پر اتمام حجت کے پیش نظر انہی کے ہم مذہب مولانا حبیب احمد حنفی کیرانوی کا علمی اور تحقیقی تبصرہ قارئین کی خدمت میں پیش کیے دیتے ہیں۔ لیجیے جناب!

1۔ تمام مقلدین کا اس پر اتفاق ہے کہ دلائل شرعیہ سے براہ راست مسائل کا استنباط کا حق صرف مجتہدین کو ہے اور غیر مجتہدین کو یہ حق نہیں بلکہ انکا فرض صرف مجتہدین کا اتباع ہے جیسا کہ توضیح میں ہے (الا بضرورة ملجئة دلیل المقلدین ان یقول هذا ما ادی الیه رآء ابی حنیفة فهو عندی صحیح) نیز اصول کی بلند پایہ کتاب مسلم الثبوت میں مرقوم ہے۔

یاد رہے کہ توضیح التلویح اور مسلم الثبوت اصول حنفیہ کی دونوں مشہور درسی کتابیں ہے جو دونوں بریلوی مدارس میں سبقاً پڑھائی جاتی ہیں ''اما المقلد فمستنده قول مجتهده'' اسی طرح دیگر کتب اصول میں بھی یہ تصریحات ملتی ہیں افراد اہلحدیث جب سنتے ہیں کہ بعض علمائے مقلدین فتوی دیتے ہیں کہ غیر مقلدین کی اقتدار جائز نہیں تو وہ اس بناء پر ان سے سوال کرتے ہیں کہ اس فتوی کی دلیل ائمہ مجتہدین کے قول سے دکھا ئیے کیونکہ مقلدین کو حق نہیں ہے کہ وہ بغیر قول امام کے فتوی دے تو اس کے جواب میں وہ خاموش ہو جاتے ہیں چونکہ یہ اصول ارباب تقلید کا مسلمہ ہے اس لیے اس سے انحراف نہیں کرنا چاہئے بلکہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ اس سے انحراف کرنے والے کو دائرہ تقلید سے باہر سمجھنا چاہئے اور جب کہ یہ مسلم ہے تو اب کسی مدعی تقلید کو یہ حق نہیں کہ وہ تقلید ائمہ کو چھوڑ کر براہ راست دلائل شرعیہ سے اس مسئلہ کو ثابت کرنے کی کوشش کرے اگر وہ ایسا کرتا ہے تو یہ اس کی انتہائی نافہمی ہے کیونکہ وہ اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ میرے قول اور فعل میں تناقض ہے کیونکہ اس کے دعوئ تقلید کے معنی یہ ہیں کہ اس میں اجتہادی قابلیت نہیں ہے اور اس بدعت کو دلائل سے ثابت کرنے کے یہ معنی ہیں کہ اس میں اجتہادی قابلیت ہے۔

2۔ ایسے لوگ تارکین تقلید سے بھی زیادہ قابل الزام ہیں کیونکہ ان کے اجتہاد کا حاصل تو صرف یہ ہے کہ وہ ایک مجتہد فیہ مسئلہ میں ایک مجتہد کے قول کو ترجیح دے لیتے ہیں اور تمام مجتہدین کے خلاف کوئی بدعت ایجاد نہیں کرتے بلکہ بدعت کو نہایت برا جانتے ہیں اور ان کے اجتہادی مسائل میں اگر ایک مجتہد ان کا تخطیہ کرتا ہے تو دوسرا مجتہد ان کی تصویب بھی کرتا ہے اور یہ میلادی لوگ (باوجود ادعائے تقلید محض) اجتہاد کرتے ہیں اور پھر اپنے اجتہاد میں کسی مجتہد کی موافقت نہیں کرتے۔ بلکہ سب سے الگ ایک مسلک اختیار کرتے ہیں اس لئے کسی مجتہد کی تائید ان کو حاصل نہیں ہو سکتی لہٰذا ان سے زیادہ قابل الزام ہیں اور ان کا دعوئ تقلید بھی سراسر جھوٹا ہے۔

3۔ مروجہ حال عید میلاد میں جو مفاسد پیشتر تھے وہ بحالہا باقی ہیں اور انکے علاوہ اس میں مفاسد کا بھی اضافہ ہو گیا ہے جس کی وجہ سے اب وہ علماء بھی اس کو جائز نہیں کہہ سکتے جو قدیم میلاد کو جائز کہتے تھے مثلاً جلوس نکالنا جو کہ موجودہ یورپ کی تقلید ہے چراغاں کرنا جو کہ دیوالی کی نقل ہے باجے گاجے جو بالکل حرام ہیں وغیرہ وغیرہ پس اس بارہ میں مجوزین کے قول سے بھی استدلال صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جس وقت انہوں نے اس کے جواز کا فتوی دیا تھا اس وقت وہ مفاسد اس میں موجود نہ تھے جو آج ہیں۔ [ماحی بدعت اور حامی سنت جمہور علمائے اسلام نے مجوزین کے دلائل کی دھجیاں بکھیر دی تھیں جیسا کہ امام ابن تیمیہ اور دیگر علماء محققین کی کتابیں اس پر شاہد عدل آج بھی دستیاب ہیں]

4۔ ان افعال شنیعہ کے اثبات میں قرآن وحدیث میں تحریف کرنی پڑتی ہے جس کا حاصل اللہ اور رسول پر بہتان باندھنا ہے جو کہ انتہائی ظلم ہے۔ ہے ''ومن اظلم ممن افتریٰ علیٰ الله كذبا''۔ یہ ہیں وہ مضبوط دلائل جن سے مانعین تمسک کرتے ہیں۔ اب رہے وہ لچر اور پوچ دلائل جن سے مجوزین تمسک کرتے ہیں ان کی حقیقت اگر چہ اجمالی طور پر سطور بالا میں معلوم ہو چکی ہے لیکن ہم ان پر تفصیلاً بھی گفتگو کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ:

1۔ فاضل محقق نے وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ سے ان مجالس کے استحسان پر استدلال کیا ہے۔ حالانکہ یہ کلام الٰہی کی صریح تحریف ہے کیونکہ اس آیت کا حاصل یہ ہے تمام انبیاء سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ اگر تمہارے پاس کوئی اللہ کا رسول آئے تو تم کو اس کی تصدیق و تائید کرنی ہوگی اور ظاہر ہے کہ اس مضمون کو جشن میلاد سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ فاضل محقق نے اس آیت کے ذیل میں طبری سے حضرت علیؓ کی ایک روایت نقل کی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ ''لم یبعث الله نبیا من آدم فمن دونه الا اخذ علیه العهد فی محمد ﷺ لئن بعث

وھو حی لیو منن بہ ولینصرنہ" لیکن جواب اول تو یہ روایت ہی ثابت نہیں کیونکہ اس کا راوی سیف بن عمر وضاع وکذاب اور متہم بالزندقہ ہے۔

قال ابن حبان یروی الموضوعات عن الاثبات قال و قالوا انہ کان یضع الحدیث اتھم بالزندقۃ وقال الحاکم اتھم بالزندقۃ وھو فی الروایۃ ساقط وقال ابو حاتم متروک الحدیث۔

جواب ثانی: اور بالفرض اگر ثابت ہو تو اس سے فقط اتنا ثابت ہوتا ہے کہ تمام انبیاء سے اس بات کا عہد لیا گیا تھا کہ محمد ﷺ تمہارے زمانہ میں رسول بنا کر بھیجے جائیں تو تم ان پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا لیکن اس مضمون کو بھی عید میلاد سے کوئی تعلق نہیں ہاں اگر روایت میں یہ مضمون ہوتا کہ اگر محمد ﷺ تمہارے زمانہ میں پیدا ہوں تو ان کی پیدائش کی اسی طرح خوشی منانا جس طرح عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی مناتے ہیں تو بے شک ان کا مدعا ثابت ہو جاتا لیکن واقعہ یہ نہیں ہے تو پھر انکا مدعا کیوں کر ثابت ہو۔

2۔ فاضل محقق نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس قول سے بھی جشن میلاد نبوی پر استدلال کیا ہے۔" والسلام علیٰ یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا"۔(سورۃ مریم) لیکن یہ بھی سراسر غلط ہے کیونکہ اول تو اس کو مروجہ جشن میلاد سے کوئی تعلق نہیں اور اگر ہو بھی تو اس سے کرسمس ڈے کا ثبوت ہوگا نہ کہ عید میلاد النبی ﷺ کا۔ اس لئے ان کو چاہیے کہ عیسائیوں کے ساتھ ہو کر کرسمس ڈے منایا کریں، پھر اگر اس سے جشن میلاد کا ثبوت ہوتا تو وَالسَّلَامُ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا سے جشن میلاد اور جشن وفات دونوں کا ثبوت ہونا چاہیے کیونکہ اس میں یوم ولادت اور یوم وفات کو ایک حیثیت میں رکھا گیا ہے لیکن وہ جشن میلاد مناتے ہیں اور جشن وفات نہیں مناتے، اس کی وجہ بجز نصاریٰ کی تقلید کے اور کوئی معلوم نہیں ہوتی غالباً یہی وجہ ہے کہ فاضل محقق نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول سے تو استدلال کیا لیکن خود حق تعالیٰ کے قول کو نظر انداز کر دیا۔

3۔ فاضل محقق نے اپنے استدلال میں" قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ اور قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ اور يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا اور هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ " کا ذکر بھی کیا ہے۔

لیکن ان آیات میں بھی نہ ولادت کا اور نہ جشن میلاد کا، بلکہ بعثت اور ارسال کا ذکر ہے جو ولادت کے چالیس سال بعد کا واقعہ ہے پس اگر ان آیات کی بناء پر جشن کا منانا صحیح ہو سکتا ہے تو جشن بعثت منانا چاہیے ان آیات کی رو سے جشن ولادت منانا کون سا تک ہے اور ہم عرض کر چکے ہیں کہ دراصل ان آیات کو کسی جشن سے کوئی تعلق ہی نہیں اور ان سے جشن میلاد جیسی بدعات کو ثابت کرنا بعض آریہ پنڈتوں کے" کونوا قردۃ خاسئین" وغیرہ آیات سے تناسخ ثابت کرنے سے بھی زیادہ مضحکہ خیز ہے۔ (جون بدلنا یعنی اچھے آدمی کا گھوڑا اور کبوتر بن کر دوبارہ واپس دنیا میں آنا اور برے آدمی کا گدھا، کتا بن کر واپس دنیا میں آنا یعنی ہندو مذہب حشر و نشر اور حساب کے قائل نہیں)

4۔ فاضل محقق نے اپنے مدعا پر" وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ . "والضحیٰ" سے بھی استدلال کیا ہے لیکن یہ بھی سراسر جہالت ہے کیونکہ نعمت میں ولادت کی تخصیص نہیں تو پھر جشن میں ولادت کی تخصیص سوائے پیروی نصاریٰ کے اور کون سی وجہ ہو سکتی ہے پھر اس میں رسول اللہ ﷺ کو حکم ہے کہ تم اللہ کی نعمتیں بیان کرو اور یہ ظاہر ہے کہ آپ نے اپنی ولادت کا جشن نہیں منایا تو اسکی وجہ یا تو یہ ہوگی کہ اس آیت میں اس جشن کا حکم ہی نہ تھا اور اس سے ایسا سمجھنا خود اہل بدعت ہی کی غلطی ہے یا اس میں حکم تھا مگر رسول اللہ ﷺ نے اس کو نہیں سمجھا یا سمجھ کر اس پر عمل نہیں کیا تو یہ بھی اہل بدعت ہی کہہ سکتے ہیں۔ غرضیکہ یہ استدلال بھی سراسر باطل اور مہمل ہے اور اس بناء پر معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس پر بھی الزام آتا ہے۔

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانہ میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانہ میں

5۔ فاضل محقق نے" قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا " سے بھی استدلال کیا ہے لیکن یہ استدلال بھی غلط ہے کیونکہ اس سے پہلی آیت یہ ہے۔" یاأیھا الناس قد جاء تکم موعظۃ من ربکم وشفاء لما فی الصدور وھدیً و رحمۃ للمؤمنین " اس سے معلوم ہوتا ہے کہ" بذلک "میں "مجیء موعظۃ وشفاء وھدیً ورحمۃ " کی طرف اشارہ ہے اور اسی پر خوش ہونے کا حکم ہے اور معنی یہ ہے کہ "قل قد جاء کم ما ذکر بفضل اللہ و برحمتہ فبذلک فلیفرحوا " [یونس:۵۷] سو اس میں ولادت کا ذکر ہی نہیں تو یہ استدلال بھی غلط ہے اور اگر اس میں فضل ورحمت ہی کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ اہل بدعت کا مقصود ہے تب بھی اس سے ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس فضل ورحمت کا اولیٰ تعلق بھی اسی مجی موعظۃ وغیرہ سے ہے نہ کہ ولادت سے پھر استدلال بے معنی ہے اور اگر فضل ورحمت کو عام کر لیا جائے تب بھی ولادت کی تخصیص بے معنی ہے بلکہ ہر ایک فضل ورحمت پر جشن منانا چاہئے الغرض یہ استدلال بھی ہر پہلو سے باطل اور سراسر جاہلانہ ہے پھر ان لوگوں کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ وہ "فَلْيَفْرَحُوا" کے معنی بھی نہیں جانتے فرح کے معنی خوش ہونے کے ہیں جس کا تعلق دل سے ہے اور جو کہ ایک طبعی کیفیت ہے جو کسی خوش کن واقعہ کے وقت پیدا ہوتی ہے نہ کہ خوشی منانے کے جس کا تعلق جشن سے ہے پس 'فَلْيَفْرَحُوا ' کے معنی یہ ہونگے کہ ان کو اس سے خوش ہونا چاہئے نہ یہ کہ ان کو اسکی خوشی کرنی اور بطور جشن خوشی منانی چاہئے جیسا کہ یہ لوگ سمجھتے ہیں اور اگر اس کے معنی جشن منانے کے ہوں

منافی چاہیے جیسا کہ یہ لوگ سمجھتے ہیں اور اگر اس کے معنی جشن منانے کے ہوں تو ماننا پڑے گا کہ صحابہؓ نے اس پر عمل نہیں کیا پھر یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ اس حکم کے مخاطب عامۃ الناس ہیں نہ کہ خاص مؤمنین جیسا کہ آیت سابقہ سے معلوم ہوتا ہے اس میں عنوان خطاب " یآایھا الناس " ہے نہ کہ " یآایھا الذین امنوا " اور یہ دلیل ہے اس بات کی کہ فلیفرحوا کے معنی جشن منانے کے نہیں اور نہ سرور قلبی کے ہیں بلکہ اس کے لازمی معنی مراد ہیں یعنی " فلیفتقدوہ بطیب النفس ،، یعنی اس کو بطیب خاطر قبول کرو اور اس صورت میں بناء استدلال ہی منہدم ہے اس موقعہ پر فاضل محقق نے ایک نوٹ دیا ہے اور کہا ہے کہ حضور کی ولادت باسعادت اللہ کا سب سے بڑا فضل ورحمت ہے اور اس پر مسرت کا نام عید میلاد ہے سو اس نوٹ میں بھی سراسر ناسمجھی سے کام لیا گیا ہے کیونکہ اول تو یہ دعویٰ ہی غلط ہے کہ حضور کی ولادت اللہ کا سب سے بڑا فضل ورحمت ہے کیونکہ آپ کو عطائے نبوت وکمالات نبوت ضرور اس سے بڑھ کر ہے کیونکہ انہی کی وجہ سے ولادت کو شرف حاصل ہوا ہے اگر کہا جائے کہ ولادت ذریعہ ہے ان کے کمالات کا اگر ولادت نہ ہوتی تو وہ کمالات کیسے حاصل ہوتے تو یہ اس سے بھی بڑھ کر جہالت ہوگی ۔ کیونکہ ذرائع ہمیشہ مقاصد سے ادنیٰ ہوتے ہیں اور پھر اگر یہ صحیح ہو تو آپ کے والد کی ولادت کو آپ کی ولادت سے افضل ہونا چاہیے کیونکہ وہ ذریعہ ہے آپ کی ولادت کا غرض کہ یہ دعویٰ سراسر غلط ہے پھر ان کا یہ کہنا کہ اس پر مسرت کا نام عید میلاد ہے یہ بھی غلط ہے کیونکہ مسرت اور چیز ہے اور عید میلاد دوسری چیز ۔ مسرت کا تعلق دل سے ہے جو کسی خوش کن واقعہ کے وقت طبعی طور پر ہوتی ہے ۔ پھر ولادت کا تحقق تو بروقت ہے اس لئے بروقت جشن کرنا چاہیے اور خاص دن میں خوشی منانے کے معنی سوائے تقلید نصاریٰ کے اور کچھ نہیں ہو سکتے ۔

6۔ فاضل محقق نے " ذَکِّرْھُم بِاَیَّامِ اللہ " سے بھی استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ اللہ کے دنوں میں حضور ﷺ کی ولادت کا دن عظیم المرتبت ہے اس کی یاد دلانا مسلمانوں کے لیے ضروری ہے اس سے فاضل محقق کی فضیلت اور ادعائے تحقیق کا بھانڈا اچھی طرح پھوٹ جاتا ہے اولاً اس لئے کہ یہ حکم حضرت موسیٰ کو دیا گیا تھا اب دیکھنا یہ ہے کہ انہوں نے کس طرح اس پر عمل کیا ان کو اپنی ولادت کا دن یاد دلایا اور ان کو اس دن جشن منانے کی ہدایت کی ۔ یا ان کو حضرت ابراہیمؑ وحضرت نوحؑ وغیرہ کی ولادت کے دن یاد دلائے اور ان پر جشن منانے کی تعلیم دی ۔ اگر نہیں تو جو معنی اس کے اس وقت نہ تھے اب وہ معنی اس کے کیسے ہوگئے پھر آیت کا مطلب یہ تھا کہ اپنی قوم کو وہ واقعات سنا کر جو نافرمان قوموں کو پیش آئے ہیں ان کو نافرمانی سے روکو اور اطاعت پر آمادہ کرو اس کے یہ معنی نہیں کہ ان کو اللہ کے دن یاد دلاؤ کیونکہ یہ ترجمہ " ذکرھم ایام اللہ " کا ہے نہ کہ " ذکرھم بایام اللہ " اور ان دونوں میں جو فرق ہے وہ ایک معمولی استعداد کے طالبعلم پر بھی مخفی نہیں چہ جائیکہ ایک فاضل محقق پر اور اگر یہ بھی ہو تو اس میں بڑے اور چھوٹے کی کوئی قید نہیں لہٰذا ہر روز اور ہر کام کے لئے جشن منانا چاہیے غرض کہ یہ استدلال بھی سفسطہ اور غلط ہے ۔

7۔ فاضل محقق نے " وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ " سے استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ جب احکم الحاکمین حضور کے ذکر کو بلند فرمادیں تو ہمارا بھی فرض ہے کہ حضور ﷺ کا ذکر کریں ۔ کیا کہنے ہیں اس تحقیق کے؟ یہ مسلم ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کا ذکر بلند کیا اور اس کے لیے خاص طریقوں کی تعلیم دی ۔ لیکن اس سے یہ کب لازم آیا کہ ہم جس طرح چاہیں آپ کا ذکر کریں اور اگر خود رسول اللہ ﷺ بھی اس کو منع فرمائیں تو ہم ان کی بھی نہ مانیں اور جب یہ لازم نہیں تو پھر عید میلاد کا اس سے ثبوت کیسے ہو؟

8۔ فاضل محقق نے " وَالضُّحٰی ، وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی " سے بھی استدلال کیا ہے اور کہا کہ علماء نے ضحیٰ سے مراد ولادت اور لیل سے شب ولادت ہی کو لیا ہے لیکن اول تو یہ بیان سراسر غلط ہے علمائے کرام کو تو ایسی لغو باتوں کا خطرہ بھی نہیں گزرتا یہ تو صرف جاہلوں کی ایجاد ہے اور نہ قرآن میں یہ معنی مراد ہو سکتے ہیں اسلئے کہ ضحیٰ کے معنی ولادت نہ لغت میں نہ عرف میں اور اگر استعارہ کیا جائے تو اول تو یہ استعارہ صحیح نہیں اور اگر ہو بھی تو وہ مجاز ہے اور مجاز کیلئے قرینہ کی ضرورت ہے اور یہاں کوئی قرینہ اس کا نہیں اسی طرح لیل سے شب ولادت مراد ہونے پر بھی کوئی قرینہ نہیں بلکہ آگے 'اذا سجی' صاف اس کے خلاف شہادت دے رہا ہے کیونکہ اذا مستقبل کیلئے آتا ہے اور شب ولادت مدت ہوئی گزر چکی تھی پس ایسا دعویٰ ضرور ایک گونہ تحریف ہوگا اور اس تحریف کے بعد بھی یہ بدعت ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوا کہ حق تعالیٰ نے آپ کی ولادت اور شب ولادت کی قسم کھائی سو اس سے یہ ثابت ہوا کہ اس دن جشن منانا جائز ہو آپ قرآن کو پڑھیے اور دیکھئے کہ قرآن میں حق تعالیٰ نے ہر والد اور مولود کی قسم کھائی ہے چنانچہ فرمایا ہے " ووالد وما ولد ۔ لقد خلقنا الانسان فی کبد " اور اس کے علاوہ اور بہت سی چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں مثلاً چاند، سورج، تین، زیتون وغیرہ وغیرہ تو کیا ان سب کا جشن منانا جائز ہوگا ۔ حد یہ ہے اس لغویت کی ۔ آپ انصاف کریں کہ ایسے لوگوں کو کوئی ذی علم کس طرح قابل خطاب سمجھ سکتا ہے اور ان کی مہملات وخرافات کے جواب میں وقت ضائع کرنا گوارہ ہو سکتا ہے جن کی گفتگو کا کوئی اصول ہی نہیں اور اس لئے وہ ایک دیوانہ کی ضد سے زیادہ کوئی وقعت نہیں رکھتی ۔ (جاری ہے)

سورۃ آلِ عمرانؔ

(قسط نمبر19) **حافظ عبدالوھاب روپڑی** (فاضل ام القری مکہ مکرمہ)

اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ o ذُرِّیَّۃً بَعْضُھَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ o اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَافِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ o فَلَمَّا وَضَعَتْھَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُھَآ اُنْثٰی وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَیْسَ الذَّکَرُ کَالْاُنْثٰی وَاِنِّیْ سَمَّیْتُھَا مَرْیَمَ وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُھَابِکَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o

’’بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام جہان والوں کے لوگوں میں سے حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوحؑ، ابراہیمؑ کے خاندان اور عمران کے خاندان کو منتخب فرمایا، یہ سب کے سب آپس میں ایک دوسرے کی نسل سے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب سننے اور جاننے والا ہے۔‘‘ ’’جب عمران کی بیوی نے عرض کی! اے میرے پروردگار میرے بطن میں جو کچھ ہے اسے میں نے تیری نذر کردیا اور اسے میری طرف سے قبول فرما یقینا تو ہی سننے اور جاننے والا ہے۔‘‘ ’’جب اس نے (مریم علیہا السلام) کو جنم دیا تو کہنے لگی اے میرے پروردگار! میرے ہاں تو لڑکی پیدا ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے جو اس نے جنا، اور یقیناً لڑکا لڑکی جیسا نہیں ہوسکتا، میں نے اس (بچی) کا نام مریم رکھا ہے، میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔‘‘

<u>مشکل الفاظ کے معانی:</u>

اصْطَفٰی:	چن لیا۔
نَذَرْتُ:	میں نے نذر مانی۔
مُحَرَّرًا:	آزاد کیا ہوا۔
وَضَعَتْ:	اس نے جنم دیا۔

<u>ماقبل سے مناسبت:</u>

سابقہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کا معیار اتباع رسول اللہ ﷺ کو قرار دیا کہ محبت الٰہی کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری کی جائے۔ اسی مناسبت سے اس آیت مبارکہ میں ان بزرگ شخصیات اور ان کی اولاد کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے اس کائنات میں منتخب کردہ نمائندے اور محبوب تھے اور محبت الٰہی کو حاصل کرنے کا راستہ مخلوق کو بتایا کرتے تھے۔

<u>التوضیح:</u>

اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰھِیْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ o ذُرِّیَّۃً بَعْضُھَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ o

توحید اور محبت الٰہی انسان کو اس وقت میسر آسکتی ہے جب انسان پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم ہو اور یہی چیز ایمان میں ایک بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اسے لوگوں کے دلوں میں راسخ کرنے کے لیے نبوت کا سلسلہ شروع فرماتے ہوئے یہ ذمہ داری سب سے پہلے حضرت آدمؑ کے کندھوں پر رکھی۔ اس پاکیزہ اور ذیشان مشن (رسالت) کے لیے ان کا انتخاب فرمایا اور آدمؑ کو کچھ نام سکھائے، جنت میں بسایا، اور اپنی حکمت کے اظہار کے لیے ان کو زمین پر اتارا، اور یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا اس فریضہ کو سرانجام دیتے رہے۔ جب زمین پر اللہ کی نافرمانی اور اس کی ذات کے ساتھ شرک عام ہوا اللہ تعالیٰ نے نوحؑ کو اس منصب (رسالت) پر فائز کیا۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے یہ سلسلہ چلتا ہوا ابراہیمؑ کے خاندان تک جا پہنچا اور آل عمران اور حضرت ابراہیمؑ کے خاندان سے محمد رسول اللہ ﷺ کو پیدا فرما کر اس سلسلہ کو اپنی رحمت سے مکمل فرمایا۔

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَافِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا.

عمران، مریم علیہا السلام کے باپ اور عیسیٰ کے نانا تھے، ان کی بیوی کا نام حسنہ بنت فاقود تھا اور یہ مریم کی والدہ محترمہ تھیں ان کے ہاں اولاد نہیں تھی اور اولاد بشری کمزوری اور تقاضا بھی ہے یہی وجہ ہے کہ شریعت نے اولاد اور مال کو انسان کے لیے آزمائش قرار دیا ہے۔ عمران کی بیوی نے ایک چڑیا کو اس حال میں دیکھا کہ وہ اپنے بچوں کو چوگا کھلا رہی تھی۔ یہ منظر دیکھ کر وہ بیتاب ہوئیں اور اللہ تعالیٰ سے حصول اولاد کے لیے عاجزی اور انکساری سے دعا کی رحمت الٰہی جوش میں آئی ان کی دعا قبول ہوئی اور وہ اللہ کی رحمت کے ساتھ حاملہ ہوگئیں۔ اس وقت انہوں نے نذر مانی کہ اللہ تعالیٰ جو بھی مجھے اولاد دے گا (بیٹا، بیٹی) میں اسے بیت المقدس کی خدمت کے لیے اللہ تعالیٰ کے نام پر آزاد کروں گی اور پھر انتہائی عاجزی کے ساتھ اس کی نذر کی قبولیت کے لیے بھی بارگاہ الٰہی میں درخواست کرتی رہی۔

نوٹ: نذر ماننا شرعاً جائز ہے اور یہ عبادت کی ایک اہم قسم ہے اس کے مزید احکامات جاننے کے لیے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 270 کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں

فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ o

عمران کی بیوی نے نذر ماننے کے بعد عاجزی اور انکساری کے ساتھ قبولیت نذر کی دعا کی۔ کیونکہ نذر بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اس سے یہ چیز واضح ہوئی کہ عبادت کرنے کے بعد انسان کو اپنے پروردگار کے سامنے عاجزی اور انکساری کرتے ہوئے قبولیت عبادت کی دعا بھی کرنی چاہیے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ :قلت یارسول اللہ ﷺ "والذین یؤتون ما اتوا و قلوبھم وجلۃ" اھو الذی یزنی ویسرق ویشرب الخمر؟ قال "لا یابنت ابی بکر او یابنت الصدیق ولکنہ الرجل یصوم ویتصدق ویصلی ھو یخاف ان لا یقبل منہ" (جب یہ آیت نازل ہوئی) اور وہ لوگ جو نیک عمل کرتے ہیں اور ان کے دل ڈرتے ہیں میں نے عرض کی اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کیا اس سے مراد وہ شخص جو چوری کرتا، زنا کرتا، اور شراب پیتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں اے صدیق کی بیٹی یہ تو وہ شخص ہے جو روزے بھی رکھتا ہے اور زکوۃ وغیرہ بھی دیتا ہے اور نماز بھی پڑھتا ہے لیکن وہ اس بات سے خوفزدہ ہوتا ہے کہ معلوم نہیں کہ میری نیکی قبول بھی ہوئی یا نہیں۔[سنن ابن ماجہ کتاب الزھد باب التوقی فی العمل ص ۶۹۷ رقم الحدیث ۱۴۹۸]

عاجزی اور اسوہ ابراہیمی:

ابراہیم علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق بیت اللہ کو تعمیر فرمایا تو انتہائی عاجزی اور انکساری سے بارگاہ رب العالمین میں اس نیک عمل کی قبولیت کی دعا کرتے ہوئے عرض کی "رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ" اے ہمارے رب تو (اپنی رحمت سے) ہمارے اس عمل کو قبول فرما، یقیناً تو ہی خوب سننے اور خوب علم رکھنے والا ہے۔ [البقرہ]

انسان اور رحمت الٰہی کی وسعت:

انسان کو اعمال صالحہ کرنے اور منع کردہ امور سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ انسان کے کسی اچھے عمل کو ضائع نہیں کرتے بلکہ اس کو محفوظ کر کے انسان کی اخروی نجات کا ذریعہ بنا دیتے ہیں اس لیے انسان کو بھی چاہیے کہ وہ کسی بھی نیک عمل کو قلیل اور حقیر جان کر ترک نہ کرے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَیْئًا وَلَوْ اَنْ تَلْقٰی اَخَاکَ بِوَجْہٍ طَلْقٍ" کسی بھی نیکی کو حقیر مت جان (اور یہ بھی نیکی ہے کہ) جو اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملے۔[صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب استحباب طلاقۃ الوجہ عند اللقاء ج ۸ جز ۱۵ ص ۱۵۲ رقم الحدیث: ۲۶۲۶] کیونکہ بسا اوقات وہی عمل جسے وہ حقیر سمجھ کر ترک کر دیتا ہے عین ممکن ہے کہ وہی اس کی نجات اور اخروی کامیابی کا پیش خیمہ ثابت ہو۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن ایک آدمی گناہوں کے ننانوے رجسٹروں کے ساتھ عدالت الٰہی میں پیش کیا ہوگا اور ہر رجسٹر تا حد نگاہ پھیلا ہوگا۔ جسے دیکھ کر وہ انتہائی پریشان اور اپنی ناکامی پر خائف اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اس کی ایک نیکی ہمارے پاس محفوظ ہے اس کے نامہ اعمال سے کاغذ کا پرزہ جس پر "اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد عبدہ ورسولہ" لکھا ہوگا اسے ترازو میں ڈال کر اس کے اعمال کا وزن کیا جائے گا یہی کاغذ کا ٹکڑا گناہوں کے ننانوے رجسٹروں پر بھاری ثابت ہوگا۔[ترمذی ابواب الایمان باب ماجاء فیمن یموت وھو یشھد ان لا الہ الا اللہ جز ۷ ص ۲۴۰ رقم الحدیث: ۲۶۴۰]

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَیْسَ الذَّکَرُ کَالْاُنْثٰی .

حضرت مریم کی والدہ حسنہ بنت فاقوذ نے نذر مانی تھی کہ جو کچھ میرے بطن میں ہے میں اسے تیرے گھر کی خدمت کے لیے وقف کرتی ہوں۔ تو اسے اپنی رحمت سے قبول فرما، لیکن جب ان کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی تو حیران ہو کر کہنے لگیں اے پروردگار یہ تو بیٹی پیدا ہوگئی حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتے تھے جو اس نے جنم دیا۔

والدہ مریم کی پریشانی کا سبب:

کیونکہ مریم کی والدہ نے نذر مانی تھی کہ اپنی ہونے والی اولاد کو میں بیت المقدس کی خدمت کے لیے وقف کروں گی لیکن بچی کی پیدائش پر پریشان ہوگئیں کہ اب میں نذر کو پورا کس طرح کروں گی۔ لڑکا ہوتا تو میری

نذر پوری ہو جاتی اب اس اپنی بیٹی کو کس طرح بیت المقدس میں اکیلے چھوڑ سکتی ہوں کیونکہ یہ تو عورت ذات ہے اور یہ حقیقت ہے کہ لڑکی کسی بھی طرح لڑکے کی مانند اس کام کو پورا نہیں کر سکتی۔ اولاد دینے پر اختیار صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو جسے چاہے بیٹی دے اور جسے چاہے بیٹا عطا کرے۔ جسے چاہے بیٹے اور بیٹیاں ملا کر دے اور جسے چاہے ساری زندگی اولاد جیسی نعمت سے محروم رکھے کوئی اس کے کام میں دخل نہیں دے سکتا۔ حضرت مریم کی والدہ کی خواہش تو یہی تھی کہ ان کے ہاں بیٹے کی پیدائش ہو اور وہ اپنی نذر کو پورا کر کے سرخرو ہو سکیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے مقدر میں بیٹے کی بجائے حضرت مریم جیسی مومنہ اور پاک دامنہ بیٹی لکھ رکھی تھی۔

"وَ اِنِّی سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ"

حضرت مریم کی والدہ نے بوقت ولادت اپنی بیٹی کا نام مریم رکھا۔

بچے کا نام رکھنا:

بوقت پیدائش بچے کا نام پہلے دن بھی رکھا جا سکتا ہے اور ساتویں دن بھی، حضرت ابوموسیٰ سے مروی ہے کہ میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو میں اسے لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا "فسماه ابراهيم فحنكه بتمرة ودعاله بالبركة ودفعه" آپ ﷺ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور کھجور کو اپنے دندان مبارک سے نرم کر کے اسے چٹایا اور اس کے لیے برکت کی دعا کی پھر مجھے پکڑا دیا۔[صحيح بخاری كتاب العقيقة باب تسمية المولود عذاة يولمن لم يعق عنه وتحنيكه ج ٥ ص ٢٠٨١ رقم الحديث ٥١٥٠] اسی طرح حضرت سمرہؓ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ پیدائش کے ساتویں دن بچے کا نام رکھا جائے۔[سنن ابی داود كتاب الصنحايا باب فی العقيقة ص ٥٠٤ رقم الحديث ٢٨٣٨]

نومولود سے متعلقہ چند دیگر اہم احکام:

1۔ بچے کے کان میں اذان کہنا: حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اذن فی اذن الحسن بن علی حين ولدته فاطمة بالصلاة" جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حسین بن علیؓ کو جنم دیا تو آپ ﷺ نے ان کے کان میں نماز کے لیے (کہی جانے والی) اذان کی طرح اذان کہی۔[ترمذی كتاب الاضاحی باب الاذان فی اذن المولود رقم الحديث :١١٧٣]

نوٹ: بچے کے کان میں اذان دینے والی روایت تو حسن درجے کی ہے لیکن جس روایت میں اقامت کا ذکر ہے وہ ضعیف روایت ہے شیخ البانی نے اس کو موضوع قرار دیا ہے۔[سلسلة الضعيفة ج ١ ص ٤٩١ رقم الحديث : ٣٢١]

2۔ بچے کا سر منڈانا: پیدائش کے ساتویں روز بچے کا سر منڈانا چاہیے، حضرت سمرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر بچہ اپنے عقیقہ کے عوض گروی ہوتا ہے پیدائش کے ساتویں روز اس کا عقیقہ کیا جائے اس کا نام رکھا جائے۔[ابوداود كتاب الصنحايا باب فی العقيقة ص ٥٠٤ رقم الحديث : ٢٨٣٨]

3۔ بالوں کے برابر چاندی کا صدقہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسنؓ کی طرف سے بکری کے ساتھ عقیقہ کیا اور فرمایا: "يا فاطمة احلقی رأسه وتصدقی بزفة شعره فضة" [جامع ترمذی كتاب الاضاحی باب العقيقة بشاة حز ٥ ص ١٧٤ رقم الحديث: ١٥١٩]

بچے کا بال منڈا کر سر پر خوشبو لگانا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جاہلیت میں لوگ جب بچے کی طرف سے عقیقہ کرتے تو عقیقہ کے خون کے ساتھ روئی کا ایک ٹکڑا رنگ دیتے پھر جب بچے کا سر منڈاتے تو اس ٹکڑے کو بچے کے سر پر رکھ دیتے پس نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اجعلوا مكان الدم خلوقا" تم خون کی جگہ خلوق (ایک قسم کی خوشبو) رکھ دیا کرو۔[صحيح موارد الظمآن كتاب الاضاحی باب ماجاء فی العقيقة ج ١ ص ٤٣٩ رقم الحديث : ٨٨٣] خلوق ایک مرکب خوشبو ہوتی ہے جسے زعفران اور دیگر خوشبو کی اقسام سے بنایا جاتا ہے اور اس پر سرخ اور زرد رنگ غالب ہوتا ہے۔

5۔ عقیقہ کرنا:

عقیقہ بچے کی ولادت کے ساتویں روز کرنا مشروع ہے، حضرت سمرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "كل غلام مرتهن بعقيقته تذبح عنه يوم سابعه" ہر بچہ اپنے عقیقہ کے عوض گروی ہے پیدائش کے ساتویں روز اس کا عقیقہ کیا جائے۔[سنن ابی داود كتاب الصحايا باب فی العقبقة ص ٥٠٤ رقم الحديث :٣٨٢٨]

عقیقہ کے متعلق چند ضروری احکام:

1۔ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کی جائے گی۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ جانور خواہ نر ہوں خواہ مادہ دونوں ہی جائز ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عن الغلام شاتان وعن الجارية شاة لايضر كم ذكرانا كن اواناثا" لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کی جائے گی (یہ جانور) نر ہوں یا مادہ تمہیں کوئی چیز نقصان نہیں دے گی۔[صحيح موارد الظمآن كتاب الاضاحی باب ماجاء فی العقيقة ج ١ ص ٤٤٠ رقم الحديث: ٨٨٥]

2۔عقیقہ کے جانور میں قربانی کی شرائط کا ہونا ضروری نہیں کیونکہ احادیث میں " مطلقا شاۃ" یا" بشاتین" کے الفاظ ہیں لیکن بعض روایات میں متساویتین کے الفاظ ہیں جس کے جانوروں کا ہم عمر ہونا بہتر اور افضل معلوم ہوتا ہے۔3۔عقیقہ پیدائش کے ساتویں دن کیا جائے گا ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ساتویں روز یا چودھویں روز یا اکیسویں روز عقیقہ کرنا چاہیے۔

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"تذبح لسبع ولاربع عشرة ولاحدی وعشرین" عقیقہ کا جانور ساتویں روز ذبح کیا جائے یا چودھویں روز یا اکیسویں روز۔[صحیح الجامع الصغیر وزیادته الفتح الکبیر ج ۲ ص ۷۵۹ رقم الحدیث :۴۱۳۲]

4۔ساتویں دن سے پہلے عقیقہ کرنا سنت رسول ﷺ کی خلاف ورزی ہے۔

5۔ساتویں روز، چودھویں روز یا اکیسویں روز بھی اگر عقیقہ نہ کیا جاسکے تو یہ کسی بھی وقت حتی کہ بالغ ہوجانے کے بعد بھی عقیقہ کیا جاسکتا ہے، کیونکہ وہ حدیث رسول ﷺ کے مطابق ابھی تک گروی ہے، اسے گروی سے چھڑانے کے لیے عقیقہ کرنا ہی ہوگا۔

6۔ساتویں دن سے قبل فوت ہوجانے والے بچے کی طرف سے عقیقہ نہیں ہے

عقیقہ اور اس کے جانور:

عقیقہ میں بکری اور بھیڑ وغیرہ کا ذبح کرنا ہی مسنون ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسنؓ اور حسینؓ کی طرف سے دو دو مینڈھے ذبح کیے۔[سنن نسائی کتاب العقیقة باب کم یعق عن الجاریة ص ۶۵۰ رقم الحدیث ۴۲۱۹]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ "امرنا رسول اللہ ﷺ أن یعق عن الغلام شاتین عن الجاریة شاة" ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری بطور عقیقہ قربان کی جائے۔[مصنف عبدالرزاق]

عقیقہ اور اونٹ:

بعض لوگ عقیقہ کو قربانی پر قیاس کرتے ہوئے عقیقہ میں اونٹ اور گائے کو بھی ذبح کرنے کے قائل ہیں اور اس ضمن میں وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کرتے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں۔"یعق عنه من الابل والبقر والغنم" بچے کی طرف سے اونٹ، گائے اور بکری سے عقیقہ کیا جاسکتا ہے۔[مجمع الزوائد کتاب الصید والذبائح باب العقیقة ج ۴ ص ۶۴ رقم الحدیث: ۶۱۹۵] لیکن یہ روایت ثابت نہیں۔کیونکہ اس کی سند میں مسعدہ ابن الیسع راوی کذاب ہے۔

عقیقہ کے جانور اور حضرت عائشہؓ کا طرز عمل: حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کے خاندان سے کسی نے نذر مانی کہ اگر عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کی بیوی کے ہاں بچہ ہوا تو وہ عقیقہ میں اونٹ ذبح کریں گے بچے کی ولادت پر انہوں نے اونٹ کو عقیقہ میں ذبح کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:"لابل السنة افضل عن الغلام شاتان مکافئتان وعن الجاریة شاة" عقیقہ میں اونٹ کو ذبح نہیں کرنا چاہیے تھا بلکہ سنت اور افضل یہ ہے کہ بچے کی طرف سے دو بکریاں اور بچی کی طرف سے ایک بکری ذبح کی جائے۔[مستدرک الامام الحاکم ج ۴ ص ۲۳۸ کتاب الذبائح باب طریق العقیقة وأیا مها] "وانی اعیذها بک وذریتها من الشیطن الرجیم" "شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے اور یہ انسان کو ہر لحاظ سے نقصان پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔اس لیے انسان کو ہر وقت اللہ کی پناہ طلب کرنی چاہیے اور اسی طرح والدین کو بھی شیطان کے حملوں سے اپنی اولاد کو محفوظ رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کرنی چاہیے۔جس طرح حضرت مریم کی والدہ محترمہ نے اپنی بیٹی مریم کو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیا۔شیطان انسان کو پیدا ہوتے ہی مس (چھونا) کرتا رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے"مامن مولود یولد الا والشیطان یمسه حین یولد فیستل صارخا من مس الشیطان ایاہ الا مریم وابنها" "ثم یقول ابوہریرةؓ واقرأوا ان شئتم "وانی اعیذ بک وذریتها من الشیطان الرجیم" ہر پیدا ہونے والا بچہ شیطان کے چھونے کی وجہ سے روتا ہے، سوائے مریم اور ان کے بیٹے عیسیٰ کے (ان کو شیطان چھو نہ سکا) پھر ابوہریرہؓ نے کہا اگر تم چاہو تو قرآن کی یہ آیت پڑھو "وانی اعیذها...... الی آخرہ" [صحیح بخاری کتاب التفسیر آل عمران باب وانی اعیذ ھا بك ج ۴ ص ۱۶۵۵ رقم الحدیث :۴۲۷۴]

آیات سے اخذ شدہ مسائل:

1۔اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ آل ابراہیمؑ اور آل عمران کو لوگوں کو گمراہی سے نکالنے اور صراط مستقیم پر لانے کے لیے منتخب کر لیا تھا۔

2۔نذر ماننا شرعاً جائز اور یہ ایک عبادت ہے، جسے پورا کرنا چاہیے۔

3۔اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی میں مانی گئی نذر کو توڑ دینا چاہیے۔4۔اپنی اولاد کو دین حنیف کی تبلیغ و مدد کے لیے تیار کرنا چاہیے۔

5۔عمل صالح کر کے اپنے مالک کے سامنے عاجزی کے ساتھ اس کی قبولیت کی دعا کرنا اہل ایمان کا اختیاری وصف ہے۔

6۔اولاد عطا کرنا اور اس سے محروم رکھنا صرف اللہ تعالیٰ کے ہی اختیار میں ہے اور جسے وہ چاہے بیٹے عطا کرے اور جسے چاہے صرف بیٹیاں عطا کرے اور جسے چاہے دونوں ہی عطا کرے۔

☆☆☆

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک نظر میں

مولانا ابونعمان بشیر احمد، ستیانہ بنگلہ فیصل آباد

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان پر اس قدر انعامات کیے ہیں کہ وہ زندگی بھر ان کو شمار بھی نہیں کر سکتا۔ مثلاً کوئی انسان شمار نہیں کر سکتا کہ اللہ تعالیٰ کی مفت میں دی ہوئی نعمت آنکھ، زبان، کان، دماغ...... سے ایک دن میں کتنی چیزوں کو دیکھا، کتنی باتیں کہیں، کتنی سنیں، اور کتنے اپنے لیے مفید اور غیر مفید پروگرام سوچ سمجھے...... اگر وہ ان نعمتوں میں سے کسی ایک کو چھین لے تو ہماری زندگی کیسی ہوگی؟ ان تمام نعمتوں سے بڑھ کر وہ نعمت ہے جس کی وجہ سے انسان میں انسانیت آئی اور وہ سیدنا محمد ﷺ کی بعثت ہے۔ چنانچہ ہر معاملہ میں آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو اپنا کر اس عظیم نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ آپ ﷺ کی اس سیرت طیبہ کی ہلکی سی جھلک آپ کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں۔ آپ ﷺ کی سیرت دو حصوں میں منقسم ہے۔

1 قبل از نبوت　　2 بعد از نبوت

ظہور قدسی سے قبل عرب کی حالت:

تاریخ ادیان وملل اس بات پر شاہد ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی آمد سے قبل معمورۂ عالم مدت مدید سے انبیاء کی صداقت حق کو نسیاً منسیا کر چکا تھا خصوصاً عرب کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ تھی، زندگی کے تمام طور طریقے وحشیانہ تھے، کوئی باقاعدہ حکومت وقانون نہ تھا، ہر قبیلہ اپنی جگہ خود مختار تھا اور صرف ”جنگل کے قانون“ کی پیروی کی جاتی تھی۔ سوائے خالق کے تمام مخلوق کے ناصیہ فرسائی تھی، زنا، جوا، شراب ان کی زندگی کا معمول تھا، قتل وغارت ان کی عظمت کا نشان تھا۔ مولانا حالی نے ان کے حالات کی خوب عکاسی کی ہے۔

فسادوں میں کٹتا تھا ان کا زمانہ
نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ
وہ تھے قتل غارت میں چالاک ایسے
درندے ہوں جنگل میں بے باک جیسے

وہ معاشرہ جس میں ہر ظلم وجرم آخری حدود کو پھلانگ چکا تھا اور نیکی نام کی کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی۔ اس معاشرہ کی اصلاح ہادی اعظم ﷺ نے چند سالوں میں ایسی کی کہ وہ ہمیشہ کے لیے تمام اقوام کے لیے اسوہ بن گیا تو ہم اس نبی ﷺ کی پیروی کر کے آج کے معاشرے کی اصلاح کیوں نہیں کر سکتے؟

”لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنة“ [الاحزاب]

خورشید رسالت:

قبل از نبوت یہ وہ تاریک دور تھا جس میں ”سنة الله“ نے پھر ماضی کی تاریخ کو دہرایا یعنی اپنی مخلوق کی رشد وہدایت کیلیے محسن انسانیت کو پیدا فرمایا تا کہ وہ انسانیت کو ظلمت کدوں سے نکالکر دانش کدوں پر گامزن کرے۔ دنیائے ہست وبود کی شقاوت دور اور سعادت مجسم عالم معمور کرے، ظلمت، شرک وکفر کا پردہ چاک اور آفتاب ہدایت روشن اور تابناک کرے۔ چنانچہ 9 ربیع الاول عام الفیل مطابق 22 اپریل 571ء بروز سوموار کی صبح وہ صبح سعادت تھی جس کی انتظار میں پیر کہن (دہر) نے ہزاروں برس صرف کر دیے تھے، سیارگان فلک اسی یوم کے اشتیاق میں ازل سے چشم براہ تھے اور چرخ کہن مدت ہائے دراز سے اسی صبح جاں نواز کے لیے لیل ونہار کی کروٹیں بدل رہا تھا۔ دادا عبدالمطلب نے آپ کا نام محمد ﷺ تجویز کیا، پھر عرب دستور کے مطابق تربیت کے لیے آغوش حلیمہ سعدیہ میں دے دیے گئے تا کہ دیہاتی ماحول میں صحت مند، شہری امراض سے محفوظ اور فصیح زبان کا اہتمام ہو سکے۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بچوں کی تربیت، حفاظتی تدابیر اور ایام طفولیت ہی سے درست وفصیح زبان کا اہتمام مکان علو ورفعت کے لیے انتہائی اہم ہے۔

ہادی اعظم ﷺ کا بچپن:

رسول اللہ ﷺ نے جس بے سروسامانی کے عالم میں آنکھ کھولی اور جس ماحول میں تربیت پائی قرآن کریم کی آیت کریمہ ”الم یجدک یتیما فاوی“ اس پر شاہد ہے۔ چنانچہ پیدائش سے قبل ہی شفقت پدری سے محروم ہو گئے تھے، چھ سال کی صغرسنی میں بحالت سفر والدہ کا انتقال ہو گیا اور پھر آٹھ برس کی عمر میں شفیق دادا عبدالمطلب بھی داغ مفارقت دے گئے۔

"الم یجدک یتیما فاوی" امت کے لیے درس عبرت ہے کہ ہمارے رہبر کا بچپن یتیم ہی نہیں بلکہ یتیم در یتیم کی حیثیت سے گزرا ہے لیکن صبر وتحمل، بلند حوصلہ اور حصول مقصد کی سعی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے دارین کی کامیابیوں سے ہمکنار کیا۔ اگر امت ایسے حالات آنے پر آپ ﷺ کے اسوہ کو اپنائے تو دارین کی کامیابیاں ضرور ان کی قدم بوسی کریں گی۔ "الم یجدک یتیما فاوی" رسول اللہ ﷺ بچپن ہی سے اعلیٰ صفات کے مالک تھے، انتہائی شرمیلے اور حیادار تھے آپ ﷺ کے بچپن ہی کا واقعہ ہے کہ تعمیر بیت اللہ کے وقت آپ دوسرے بچوں کی طرح پتھر اٹھا کر لا رہے تھے چچا عباسؓ کے اصرار پر آپ نے بھی تہبند اتار کر رکھ لیا تا کہ پتھر کی خراش سے محفوظ رہ سکیں۔ لیکن اسی وقت بے ہوش ہو کر گر پڑے تا آنکہ تہبند عورۃ پر ڈال دیا گیا۔ [صحیح البخاری ص ٥٤٠] اسی طرح کم سنی میں ہی لغویات سے انتہائی محفوظ تھے ایک دفعہ شبانہ قصہ گوئی کی محفل میں شرکت کا پروگرام بنایا لیکن حفاظت ربانی سے محفل تک پہنچ نہ سکے

محمد ﷺ ہے نام ان کا احمد لقب
بیان ہوسکے منقبت ان کی کب؟
(شاہ اسماعیل شہید)

دیکھئے! آپ بچپن ہی سے بیہودہ گوئی اور ضیاع وقت سے کس طرح محفوظ رہے اس میں ہمارے لیے بھی سبق ہے کہ ایسی مجالس سے اجتناب کیا جائے جس میں فحش کلام، گانا، بجانا، موسیقی وغیرہ اسی طرح ایسے لٹریچر اور کھیل سے بھی احتراز کیا جائے جو اسلامی تہذیب کے شایان شان نہ ہو اور سبب ضیاع وقت ہوں۔

<u>تزویج خدیجہ رضی اللہ عنہا:</u>

رسول اکرم ﷺ نے عنفوان شباب کا عالم، کمال عفت وعصمت اور شرم وحیا سے بسر کیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جب آپ ﷺ کی شرافت وصداقت کا شہرہ سنا تو انہیں گویا اپنا گم گشتہ گوہر دستیاب ہو گیا اور پہلی فرصت میں ہی پیغام نکاح بھیج دیا۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر 25 برس اور حضرت خدیجہ کی عمر 40 سال تھی لیکن آپ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کے عمر رسیدہ اور بیوہ ہونے کو نہ دیکھا بلکہ آپ نے شریف النفس، پاکیزہ اخلاق اور عفت وعصمت کو دیکھ کر پیغام قبول کر لیا اور امت کو نکاح میں معیار انتخاب کا بہترین درس سمجھایا اور قولاً بھی اسی اصول کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے فرمایا: "تنکح المراۃ لاربع لما لها ولحسبها ولجمالها فاظفر بذات الدین تربت یداک"۔ [متفق علیہ]

عورت سے نکاح چار وجوہات کی بناء پر کیا جاتا ہے مال کی وجہ سے، خاندان کی وجہ سے، حسن وجمال کی وجہ سے، اور دین داری کی وجہ سے، تیرے ہاتھ خاک آلودہ ہوں تو دین والی کو اختیار کر کے کامیابی حاصل کر۔

<u>صادق امین لقب:</u>

تیس سال کا عرصہ انتہا درجہ کی پاکیزگی، شرافت وصداقت، امانت ودیانت کے ساتھ گزرا تو قوم کی طرف سے آپ ﷺ کو صادق وامین کا لقب ملا۔ آپ ﷺ کی ہستی ہمارے لیے اسوہ ہے کہ ایسی زندگی گزاریں کہ عرصہ دراز گزرنے پر بھی آپ کی طرف کوئی اشارہ نہ کر سکے اور آپ قوم کو چیلنج کر سکیں: "فقد لبثت فیکم عمرا من قبله افلا تعقلون"

<u>تنصیب حجر اسود:</u>

جب آپ ﷺ کی عمر مبارک کا پینتیسواں سال تھا تو تعمیر کعبہ میں تنصیب حجر اسود کا مسئلہ پیش آیا۔ قریب تھا کہ نہ ختم ہونے والی جنگ بھڑک اٹھتی اور سیاہ پتھر پر سرخ خون بہہ پڑتا لیکن آپ ﷺ نے اس مسئلہ کو اس طرح رفع دفع کر دیا کہ فتنے کا سانپ بھی مر گیا اور امن کی لاٹھی بھی بچ گئی اور آپ ﷺ کی اس حسن تدبیر پر عرب قبائل عش عش کر اٹھے۔

جہاں جس کی ضرورت تھی وہی تدبر کی تو نے
کہیں کشتی کو جنبش دی کہیں موجوں کو ٹھہرایا

ذرا سوچیے! آپ ﷺ کو تمام قبائل نے حاکم تسلیم کر لیا تھا آپ جو فیصلہ بھی کرتے وہ بلاچون چرا تسلیم کر لیا جاتا لیکن آپ نے اپنی ذات یا قبیلہ برادری کو فوقیت نہیں دی بلکہ تمام قبائل کے جذبات کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلہ کیا اور امت کو عدل وانصاف کا عظیم سبق دیا۔

"لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة"

<u>آفتاب رسالت کا طلوع:</u>

جب آپ ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال کے قریب ہوتی ہے تو آپ قوم کے کردار اور اطوار سے گھبرا اٹھتے ہیں اور تنہائی کی زندگی کی متلاشی ہوتے ہیں۔ تمام دنیا سے کٹ کر پہاڑوں کی صحبت اختیار کرتے ہیں اور کئی کئی راتیں غار حرا میں گزار دیتے ہیں، چنانچہ دعائے خلیل کے اجابت اور نوید مسیحا کی صداقت کا وقت قریب تر ہو رہا تھا وہ ساعت مسعود آنے والی تھی جس کی انتظار میں ماہ وخورشید کی تمام تر گردشیں صرف ہو گئی تھیں۔ فلک پیر چشم براہ تھا اور کاش مدت مدید سے لیل ونہار کی کروٹیں بدل رہا تھا کہ وہ محسن انسانیت رونق افروز جس سے انسانیت کی تکمیل ہو۔ آخر وہ ساعت مسعود آ پہنچی کہ حرا میں فرستادہ الٰہ آشکارا ہوا اور اقرأ ...... وما انا بقاری"

کا عجیب مکالمہ شروع ہوگیا۔ خالق کائنات کا عظیم پیغام "اقراء باسم ربک الذی خلق......" آپ ﷺ کے سپرد کردیا۔ ذرا رک کر سوچئے تو ہمارے لیے بھی اس میں سبق پنہاں ہے کہ قوم کی گمراہی اور بے راہ روی پر مومن کا پریشان ہونا اور ان کی ہدایت کے بارے میں فکرمند ہونا ضروری ہے۔

حقیقت یہی ہے کہ جرم لوگ کرتے ہیں اور روح مومن کی تڑپتی ہے، پوری ملت کا غم مومن کے دل میں ہوتا ہے رسول اللہ ﷺ قوم کی گمراہی پر اس قدر رنجیدہ ہوتے کہ رب العالمین کو تسلی وتشفی دینا پڑی۔ "فلعلک باخع نفسک علی اثارھم ان لم یؤمنوا بھذا الحدیث اسفا" شاید ان کے ایمان نہ لانے کے غم میں آپ اپنے کو ہلاک ہی نہ کر ڈالیں اور سیرت طیبہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تنہائی میں بیٹھ کر ذکر الہی میں مشغول ہونا اور نظام الہی میں غور وفکر کرنے سے انعامات الہی کا دور دورہ ہوتا ہے اور علم نبوت کی معرفت جیسا عظیم فیض اس پر جاری کردیا جاتا ہے۔

مکی دور:

جس معاشرہ میں آپ ﷺ نے آنکھ کھولی شاید تاریخ کا بدترین عہد تھا، کفر وشرک اپنی حدود کو پھاند چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے معظم گھر کے گرد ونواح سال کے ایام کے برابر معبود بنا رکھے تھے۔ افق سے افق تک اندھیرا ہی اندھیرا تھا ایسے حالات میں ایک سلیم الطبع انسان کو قرار نہیں آسکتا چاہے کائنات کا عظیم الشان انسان ہو اور پھر حکم بھی "قم فانذر" کا ملا ہو۔

چنانچہ جب آپ ﷺ نے کوہ صفا پر کھڑے ہوکر "یا صباحاہ" کی آواز بلند کی تو بطون قریش جھٹ جمع ہوگئے اور لسان نبوت سے شان الوہیت وربوبیت سن کر غصب سے پھٹ پڑے، پھر وہی کچھ ہوا جو اہل حق کے ساتھ ہر دور میں ہوتا رہا۔ جو صادق وامین کے لقب سے پکارتے تھے اور ظاہری اسباب کے خلاف بات اگر آپ کی زبان سے نکلتی تو فوراً اسے تسلیم کرنے کے لیے تیار ہوتے تھے وہ اب دعوت توحید سن کر بگڑ بیٹھے اور ہر طرح کی دشمنی پر تل آئے۔ رسول اللہ ﷺ کے حلقہ میں داخل ہونے والے ہر فرد کو وہ اپنا ازلی وجانی دشمن سمجھتے۔ جب آپ ﷺ کی عمر پینتالیس سال ہوئی تو مخالفین کی اذیتوں سے تنگ آکر کچھ مسلمان مرد اور عورتیں آپ کی اجازت سے حبشہ کی طرف ہجرت کرگئے اور امت کو یہ درس دیا کہ اگر ایک جگہ دین حنیف پر عمل کرنے میں دشواری ہو تو اللہ تعالیٰ کی زمین بہت وسیع ہے اس جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ ہجرت کرجاؤ۔

جب آپ ﷺ کی عمر مبارک چھیالیس سال کو پہنچی تو حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ مسلمان ہوگئے جس سے اسلام اور اہل اسلام کو بہت تقویت پہنچی۔ جو مومن بھی اخلاص ومحنت کے ساتھ دعوت کا کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ضرور معاونین پیدا کردیتا ہے اور مخالفین کو ہی ہمنوا بنادیتا ہے۔

جب رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک سینتالیس سال کے قریب ہوئی تو اسلام کو دشمنوں کی طرف سے ایک اور سخت پریشانی پہنچی کہ اہل قریش نے کلی طور پر بائیکاٹ کردیا اور شعب ابی طالب میں تین سال انتہائی تنگی کے ساتھ گزارے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حق کی دعوت پر سخت قسم کی آزمائشیں بھی آجاتی ہیں لیکن اہل حق کو ایسی آزمائشوں میں استقامت اپنانا ضروری ہے۔ جب عمر مبارک پچاس کے قریب ہوئی تو چچا ابو طالب اور بیوی حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہوگیا جس کی وجہ سے اس سال کو عام الحزن (غم کا سال) کہا گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ کی دعوت توحید میں کوئی فرق نہیں آیا اور امت کو درس دیا کہ انتہائی قریبی معاونین کے جدا ہوجانے سے دعوت حق میں کمی نہیں آنی چاہیے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد وتوکل کرتے ہوئے اپنے مشن میں جاری وساری رہنا ضروری ہے۔

مدنی دور:

عمر مبارک ۵۳ ویں سال میں مکہ سے ہجرت کرکے آپ نے مدینہ منورہ کو اپنا مسکن بنایا اور وہاں اسلامی معاشرے کی بنیاد ڈالی اور اس کے لیے مسجد نبوی کی تعمیر کو سنگ میل قرار دیا جو صرف پنجگانہ نماز کے اجتماع کے لیے نہ تھی بلکہ اسلامی تعلیم کی عظیم درس گاہ اور ٹریننگ کی چھاؤنی کی حیثیت رکھتی تھی۔ جس میں انتہائی قلیل وقت میں ناواقف لوگ دنیا کے امام بنے اور بکریوں کے چرواہے دنیا کے رہبر بنے۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کردیا

اس دار الہجرۃ میں پہنچ کر بھی آپ ﷺ اعداء سے امن میں نہ تھے بلکہ بیرونی دشمنوں کے علاوہ مدینہ کے یہود بھی آستین کا سانپ بنے ہوئے تھے۔ نیز منافقین "بغل میں چھری، منہ سے رام رام" کا کردار ادا کررہے تھے، چنانچہ پہلے بدر، پھر احد اور پھر خندق اسی طرح لگاتار اہل حق وباطل کے مابین مقابلے ہوتے رہے اور رسول مقبول ﷺ اپنے جانثاروں کے ساتھ بذات خود شریک رہے اور امت کو درس دیا کہ اہل حق اسباب ووسائل کی کمی کے باوجود اہل باطل سے مداہنت اختیار نہیں کرنی چاہیے اور غلبہ ہمیشہ اہل حق کا ہوا کرتا ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ آپ ﷺ کے مدنی دور میں سات بڑی جنگیں ہوئیں جو تمام تقریباً مدافعانہ تھیں۔ [بقیہ صفحہ 2]

خارجہ پالیسی کے خدوخال

عطا محمد جنجوعہ

سفیر کی اہلیت: سفیر دیارِ غیر میں اپنے ملک کی نظریاتی وجغرافیائی سرحدوں کا محافظ ہوتا ہے اور اپنے ملک سے آئے ہوئے شہریوں کے حقوق وفرائض کا ذمہ دار ہوتا ہے۔اس لیے اسلامی ملک کا سفیر مقرر کرتے وقت مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھنا چاہیے۔

1۔سفارت کا عہدہ سیاسی اعتبار سے کسی کو نہ دیا جائے، بلکہ اہلیت وقابلیت کی بنیاد پر سفیر مقرر کیئے جائیں۔

2۔اسلامی سیرت اور عمدہ کردار کے حامل ہوں، سفارتخانہ کے عملہ کے لباس،خوراک اور رہائش میں اسلامی تشخص کی جھلک نظر آئے اس ملک میں ہر قسم کے بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کرے اور اسلام کے منافی سرگرمیوں میں حصہ نہ لے۔گویا سفارتخانہ اسلامی تہذیب کے احیاء کا مرکز ہو

3۔اسلام اور دیگر نظام ہائے زندگی سوشلزم، جمہوریت اور سیکولرزم کے تقابلی جائزہ پر مکمل عبور رکھتا ہو تاکہ نئے دور کے فتنوں پر بحث کرتے وقت اسلام کا نمائندہ ہونے کے حیثیت سے بہتر نمائندگی کا حق ادا کرسکے۔

4۔اس ملک کی تاریخ اور تہذیب وتمدن سے واقف ہو، نیز اپنے ملک اور ان کے درمیان تاریخی رابطوں اور سابقہ معاہدوں سے آگاہ ہو تاکہ ان کی روشنی میں ان سے بہتر تعلقات قائم کرسکے۔

5۔غیر اسلامی ملک انگریزی زبان کے علاوہ اس ملک کی قومی وسرکاری زبان جانتا ہو۔انشا پردازی یا فن خطابت میں سے کسی ایک خوبی کا ہونا ضروری ہے۔تاکہ اپنے مافی الضمیر کو احسن طریق سے بیان کرسکے۔

6۔سفارتخانہ سے ''ماہنامہ اطلاعات'' اس ملک کی قومی زبان میں شائع کیا جائے جو دونوں ملکوں کے درمیان تعلقات مضبوط کرنے میں معاون ہو۔نیز وہ جریدہ ''اسلام عالمی امن کا داعی'' ہونے کا کردار ادا کرے۔

7۔اسلامی ممالک میں سفیر عربی بول چال جانتا ہو تاکہ عربی کو اسلامی ملکوں میں فروغ حاصل ہو اور اسلامی سفیروں کو آپس میں رابطہ کرنے میں کسی ترجمان کی ضرورت نہ رہے۔8۔اقوام متحدہ کا سفیر عربی زبان کی علاوہ انگریزی زبان میں ماہر ہو۔نیز اقوام عالم کے تاریخی پس منظر اور عالم دہشت گردوں کی ریشہ دوانیوں سے واقف ہو تاکہ ان کی روشنی میں وہ اسلام کا تحفظ اور عالم اسلام کی یک جہتی کے لیے بھرپور کردار ادا سکے۔

سفیر کے فرائض:

1۔اسلامی ریاست کی خارجی پالیسی اسلام کی آئینہ دار اور غیر جانبدار ہو اور وہ سرخ وسفید سامراج کے تسلط سے آزاد ہو۔

2۔بین الاقوامی امور میں بنی نوع انسان کی فلاح وبہبود اور امن عالم برقرار رکھنے کے لیے اسلامی نقطہ نظر سے ٹھوس دلائل وواقعات کی روشنی میں اظہار خیال کرے۔3۔اقوام عالم میں جس قوم سے دوستی قرین مصلحت ہو، کی جائے۔لیکن اسلامی نظریہ پر آنچ نہ آئے اور نہ ہی کسی اسلامی ملک کے خلاف کسی سے اتحاد کیا جائے۔

4۔سفیر اپنی ریاست کے تارکین وطن کا امیر ہوتا ہے ان کے لیے بہترین معاون کا کردار ادا کرے اور ان کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی کی صورت میں تحریری وتقریری احتجاج کرے اور حتی المقدور تلافی کرے۔

5۔دیگر اسلامی ممالک کے سفراء سے رابطہ قائم رکھے اور ان کے مسائل حل کرنے کی کوشش کرے اور عالمی سطح پر ان کے مؤقف کی تائید کی جائے۔ مشترکہ طور پر اسلامی نظام کی خصوصیات کو اجاگر کرنے کی کوشش کریں اور خلافت اسلامیہ کے قائم ہونے میں حائل رکاوٹوں کا سدباب کریں۔

6۔دنیا کے جن ملکوں میں مسلمان اقلیت میں ہوں، ان کے اسلامی تشخص اور جان ومال کے تحفظ کو یقینی بنایا جائے۔7۔دنیا کے جن حصوں میں مسلمان اکثریت میں ہوں اور ان پر غیر مسلم حکمران مسلط ہوں ان کے لیے علیحدہ امارت اسلامی کے قیام کے لیے جدوجہد کرنا۔

8۔اسلامی ممالک کے ساتھ تعلیمی، تجارتی، زرعی اور صنعتی ترقی کے معاہدے کیئے جائیں۔تاکہ تمام مسلمان علمی اور معاشی لحاظ سے خودکفیل ہوسکیں۔

9۔ترقی یافتہ ممالک سے زرعی، صنعتی اور دفاعی ٹیکنالوجی کے میدان میں جدید تھیوری درآمد کرنے کی کوشش کرے۔نیز ان ممالک سے فنی وسائنسی ماہرین کی خدمات اپنے ملک کے لیے مستعار لیں تاکہ طلباء کو باہر بھیجنے کی بجائے اندرون ملک ان کی تربیت کا خاطر خواہ انتظام ہوسکے۔10۔ناگزیر حالات میں جو طلباء فنی تعلیم وتربیت کے لیے غیر اسلامی ممالک میں جائیں سفیر کو چاہیے کہ ان سے رابطہ رکھے۔ان کے دکھ درد میں شریک ہو، نیز ان کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھے۔

خواتین کانفرنس: جامعہ سلفیہ للبنات بیگم کوٹ کے زیراہتمام ''امر بالمعروف ونہی عن المنکر'' کانفرنس برائے خواتین مورخہ 14مارچ بروز اتوار 2010ء کو زیر صدارت بیگم حافظ عبدالوہاب روپڑی منعقد ہورہی ہے۔خصوصی خطاب محترمہ مکرمہ پروفیسر حافظ ام عبدالرب صاحبہ کا ہوگا جبکہ مہمان خصوصی محترمہ مکرمہ بیگم صفیان بٹ صاحبہ آف مکہ مکرمہ اسناد وانعامات تقسیم کریں گی۔کانفرنس صبح 9تا شام 4بجے تک جاری رہے گی۔

[الداعیہ: ام انعام اللہ، منتظمہ جامعہ ہذا]

جماعتی خبریں

حافظ محمد ادریس کچے پکے والے انتقال فرما گئے

حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدیؒ کے انتہائی قریبی ساتھی حافظ محمد ادریس قضائے الٰہی سے وفات پا گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم کچہ پکہ اڈے والی مسجد کے متولی، نگران، امام اور خطیب بھی تھے۔مرکز ادارۃ الاصلاح پھول نگر کی شاخ ہے۔سالانہ جمعہ میں علاقے کے اکثر احباب حافظ محمد یحییٰ عزیزؒ نوراللہ مرقدہ کی قیادت میں ادا کرتے تھے جو کہ اب صاحبزادہ حافظ اسماعیل عزیز میر محمدی پڑھاتے ہیں۔حافظ صاحب کا قیام اکثر حافظ محمد ادریس کے ہاں ہوتا۔تین ماہ قبل ان کا داماد 5 بچے اور بیوہ چھوڑ کر وفات پا گیا۔اللہ تعالیٰ مرحوم حافظ محمد ادریس کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔آمین

[دعاگو: پروفیسر ڈاکٹر مزمل احسن شیخ لاہور]

جناب ملک محمد فرید کھچی کی زوجہ وفات پاگئیں

جناب ملک محمد فرید کھچی کی زوجہ محترمہ آٹھ ماہ بیمار رہنے کے بعد 75 سال کی عمر میں چک 138 جنوبی نزد سلانوالی میں بروز جمعۃ المبارک 19 فروری 2010 کو وفات پاگئیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جناب محمد فرید کی شدید خواہش پر والد گرامی ابوالقاسم رانا محمد جمیل خاں نے ان کی زوجہ محترمہ کی نماز جنازہ اگلے روز تقریباً 11 بجے پڑھائی اور جنازہ سے پہلے آپ نے کہا کہ میت کے گھر پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا، تیجہ، دسواں، چالیسواں اور دیگر بدعات رسوم کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا دین اسلام قرآن وسنت کا نام ہے۔رسول اللہ ﷺ نے مرگ کے موقع پر تعزیت کے وقت دعا کے لیے اپنے ہاتھ نہیں اٹھائے اس لیے اس موقع پر ہاتھ نہ اٹھاؤ اور قرآن وسنت کی پیروی کرو۔

قارئین سے متوفیہ کے لیے مغفرت ورحمت اور اس کے عزیز واقارب کے صبر کے لیے دعا کی درخواست ہے۔[رانا قاسم جمیل خاں، سرگودھا]

مجلس شوریٰ کا اجلاس

جماعت اہلحدیث ضلع گوجرانوالہ کی مجلس عاملہ شوریٰ مشترکہ اجلاس زیر امارت جناب مولانا حکیم طارق محمود ثاقب جامع مسجد ہذا نور الحدیث، عباس کالونی کوٹلی رستم میں منعقد ہوا۔جس میں میاں محمد سلیم شاہد مہمان خصوصی تھے۔اجلاس میں درج ذیل نکات زیر گفتگو تھے۔

1۔قائد محترم حافظ عبدالوہاب روپڑی کا دورہ گوجرانوالہ کے حوالہ سے مشاورت۔2۔ضلعی سطح پر کابینہ کا اجلاس 3۔تبلیغی واصلاحی پروگرامز کی تشکیل

تلاوت کلام پاک کے بعد تعارفی نشست میں مدعوین نے اپنا اپنا تعارف کروایا مولانا محمد سلیمان شاکر نے اغراض ومقاصد اور ایجنڈا پیش کیا۔ارکان شوریٰ کی باہمی مشاورت کے بعد یہ طے پایا کہ ہم قائد محترم کا شاندار استقبال کریں گے اور مکمل پروٹوکول کے ساتھ اس دورہ کو کامیاب بنائیں گے۔شہر کے معروف علاقہ جات کی 4 مساجد میں تبلیغی پروگرام تشکیل دیے گئے۔

امیر محترم نے کابینہ نو کا اعلان کیا جس کے مطابق جماعت اہلحدیث ضلع گوجرانوالہ کے سینئر نائب امیر مولانا محمد انور صالح، مولانا حکیم طارق محمود ثاقب، مولانا محمد سلیمان شاکر، نائب امراء مولانا عبدالرحمان طلحہ، مولانا زاہد ناگروی اور شیخ محمد صدیق، نائب ناظمین مولانا ظفر اقبال ربانی ناظمین مولانا رضوان الرحمٰن یزدانی، قاری رضوان ثاقب، ناظم مالیات محترم اقبال الٰہی، نائب جناب ریاض انصاری، سیکرٹری اطلاعات مولانا عامر یزدانی، نائب مولانا محمد شعیب منیر جبکہ رابطہ سیکرٹری حافظ راشد محمدی ہونگے، شرکاء اجلاس نے اس تشکیل نو پر مکمل اعتماد اور اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے ہر قسم کے تعاون کی یقین دہانی کروائی۔میاں محمد سلیم شاہد نے آخر میں کہا کہ ہم جماعت سے منسلک ہونے والے نئے احباب کو خوش آمدید کہتے ہیں اور ان کی استقامت کے لیے دعا گو ہیں۔اللہ کے فضل وکرم سے جماعت اہلحدیث پہلے سے بہت فعال اور مستحکم نظر آرہی ہے، کارکنان اس جہد مسلسل کے ساتھ مگن رہیں تو ان شاء اللہ ترقی کی منازل یونہی طے ہوتی رہیں گیں۔اجلاس میں تمام ارکان کابینہ اور شوریٰ نے شرکت فرمائی۔

[شعبہ نشرواشاعت جماعت اہلحدیث گوجرانوالہ]

خطبات جمعۃ المبارک

جماعت اہلحدیث ضلع گوجرانوالہ کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد سلیمان شاکر مرکز جماعت جامع مسجد عثمان اہلحدیث، محمدی چوک گلشن رحمان نیو ٹاور روڈ کھیالی میں محبت رسول ﷺ میں اور اطاعت نبویؐ سے لبریز درج ذیل عنوانات پر ربیع الاول کے خطبات جمعۃ المبارک ارشاد فرمائیں۔(ان شاء اللہ)

12۔مارچ، زہرہ بتولؓ کے بابا، 19۔مارچ رحمتوں کی برسات

26۔مارچ، حسن یوسفؑ، دم عیسیٰ ید بیضا داری، 2۔اپریل، ادائیں محبوب کی

[منجانب: جماعت اہلحدیث واراکین مرکز ہذا 0300-7446434]

دعائے صحت

حاجی محمد امین 40 جی ڈی رائے پور والے علیل ہیں اور شیخ زاہد ہسپتال میں داخل ہیں، مفسر قرآن حافظ عبدالوہاب روپڑی، شیخ الحدیث حافظ عبدالغفار روپڑی نے ہسپتال میں جا کر ان کی عیادت کی اور ان کی جلد از جلد صحت یابی کے لیے دعا کی۔قارئین سے بھی اپیل ہے کہ وہ بھی ان کے لیے دعائے صحت کریں کہ اللہ تعالیٰ موصوف کو صحت کاملہ وعاجلہ نصیب فرمائے[ادارہ]

WEEKLY LAHORE
TANZEEM AHL-E-HADITH
فون دفتر مرکزی (042) 5854010
فون دفتر اعلیٰ 6581025 (042)
تنظیم اہلحدیث
C.P.L - 104

سلف صالحین کے طریق کار کا علمبردار

جامعہ کے طلباء کے لیے سعودی یونیورسٹیوں میں اعلیٰ تعلیم کے مواقع

جامعہ اہلحدیث لاہور

تعارف جامعہ اہلحدیث چوک دالگراں لاہور الحمد اللہ اپنے تعلیمی معیار اور قابل ... انفرادی حیثیت کا حامل ہے۔ جس میں 28 قابل اور محنتی اساتذہ تعلیمی فرائض سرانجام دینے پر مامور ہیں۔

قائم کردہ حضرت العلام حافظ عبداللہ محدث روپڑیؒ و رئیس المناظرین حضرت مولانا عبدالقادر روپڑیؒ۔ تاسیس اول 1914ء شہر روپڑ ضلع انبالہ تجدید تاسیس 1949ء لاہور۔

شعبہ جات جامعہ ہذا نو شعبوں پر مشتمل ہے۔ (۱) تحفیظ القرآن الکریم (۲) درس نظامی (۳) وفاق المدارس السلفیہ (۴) دارالافتاء (۵) تصنیف و تالیف (۶) تقابل ادیان (۷) دعوت والارشاد (۸) کمپیوٹر سیکشن (۹) طب اور اس کے ساتھ ساتھ بی اے تک عصری تعلیم کا معقول بندوبست۔

سالانہ اخراجات جامعہ کا سالانہ خرچہ جس میں طلبہ کے قیام و طعام، ادویات، صابون، اساتذہ کرام اور ملازمین کی تنخواہوں سمیت تقریباً 55 لاکھ روپے سے تجاوز کر چکا ہے جو اللہ کے فضل و کرم اور احباب کے تعاون سے پورا ہوتا ہے۔

ترسیل زر کا پتہ اکاؤنٹ نمبر 7066-7 یونائیٹڈ بنک برانڈرتھ روڈ لاہور پاکستان

صدقہ جاریہ میں حصہ لینے والے حضرات متوجہ ہوں

جامعہ اہلحدیث کے طلباء کے تدریسی و رہائشی کمرہ جات کی بیسمنٹ کی تعمیر کے لیے مندرجہ ذیل میٹریل کی ضرورت ہے۔

(۱) 22 ٹن سریا (۲) 1900 بوری سیمنٹ (۳) 80 سینکڑے کرش بجری جو کہ 12 ٹرک بنتے ہیں (۴) 50 سینکڑے ریت جو کہ 10 ٹرک بنتے ہیں اس کے علاوہ لیبر کے اخراجات تقریباً 12 لاکھ روپے ہیں

[مخیر احباب اس کی تعمیر میں حصہ لیکر صدقہ جاریہ بنائیں: جزاکم اللہ]

ترسیل زر برائے تعمیر اکاؤنٹ نمبر 8-9331-010 یونائیٹڈ بنک برانڈرتھ روڈ لاہور پاکستان

منجانب: حافظ عبدالغفار روپڑی ناظم اعلیٰ جامعہ اہلحدیث چوک دالگراں لاہور
فون: 042-7656730 موبائل: 0300-9476230